رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

بیشک خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ قوم اپنی حالت نہ بدلے

جلد ۱۶ نمبر ۷

الحکم

۲۱ فروری ۱۹۱۲ء
قادیان دارالامان

ایڈیٹر
شیخ یعقوب علی تراب احمدی

شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لی جائیگی

عوام سے	۵
ہندوستان سے باہر	۷
غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے	۲

چہ گویمت با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے شائع ہوتا ہے

مطبع انوار احمدیہ قادیان دارالامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک و ایڈیٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا خاتمہ

عنوان بالا سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ مولوی صاحب کی عمر یا زندگی کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ جس پر لوگ "خس کم جہاں پاک" کا نعرہ بلند کرنے لگیں ایسا نہیں ہوا۔ کیونکہ قانون خداوندی ویمدھم فی طغیانھم یعمھون پر نظر ڈالنے سے ابھی ایسی توقع نہیں۔ اہلحدیث ۵ امئی ۱۹۱۱ء صفحہ ۶ کالم ۲۔ بلکہ خاتمہ سے مراد ہماری احمدیوں کے ساتھ ثنائی مباحثات کا خاتمہ ہے۔ جس کو امرتسری ایڈیٹر اہلحدیث "روغن بادام" بتاکر مرکزی نکتہ بر آگئے ہیں۔ چنانچہ اخبار اہلحدیث مورخہ ۹ فروری سنہ حال میں وہ لکھتے ہیں:-

"مرزا صاحب کو خدا نے الہام کیا کہ امت مرحومہ کو ایک واضح رستہ دکھلاؤ۔ تاکہ یہ بیچارے زیادہ دیر تک ابتلا میں نہ رہیں۔ اس لئے مرزا صاحب نے بحکم خداوندی ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا۔ جس کا نام انہوں نے از خود رکھا "آخری فیصلہ" وہ کیا تھا؟ مرزا صاحب نے لکھا۔

"خداوندا! ہم دونوں (مولوی ثناء اللہ و مرزا) میں سے جو جھوٹا ہے۔ سچے کی زندگی میں مرجائے خدا نے الہامی طور پر جواب دیا اجیب دعوۃ الداع اذا دعان یعنے میں نے تمہاری مرزا صاحب کی دعا قبول فرمالی (مضمون بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

اب تنقیح طلب یہ صرف یہ بات ہے کہ آیا یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں؟ مرزا صاحب کے مرید (مگر ہندی) کہتے ہیں۔ نہیں قبول ہوئی۔ ہم کہتے ہیں۔ ضرور قبول ہوئی۔ یعنے خدا نے سچے کی زندگی میں جھوٹے کو اٹھا لیا۔ کیونکہ مرزا صاحب کو اس سے پہلے ایک الہام ہوچکا تھا اجیب کل دعائک میں (خدا) تیری سب دعائیں قبول کرتا ہوں۔ یہ ہے مرزائی مناظرہ کا "روغن بادام" یا مرکزی نقطہ۔ ہمارے دوست اس مرکزی نقطہ کو جسقدر مضبوط پکڑینگے۔ اسی قدر جلدی فتحیاب ہونگے۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا" بلفظہ صفحہ ۵ و ۶

اس کے علاوہ اہل حدیث مورخہ ۲ فروری سنہ رواں میں یوں رقمطراز ہیں کہ

"اُس فیصلہ کُن علان جس کے ذکر کئے بغیر ہی مرزا صاحب کے مریدوں کو تصور آجاتا ہے۔ جس کا عنوان تھا "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" جس میں صاف مرقوم تھا۔ کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ جس کو بدر مورخہ ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں الہام خداوندی سے قبولیت کا وعدہ بتلایا تھا۔ چونکہ یہ واقعات صحیحہ مرزا صاحب کی نبوت کی منافی ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب صادق نہیں صفحہ ۲

اسی طرح کے سوال اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۱۱ء میں کرکے جواب مانگا ہے کہ

اب ہمارا ہی حق ہے کہ کچھ پوچھیں۔ امید ہے وہ دستگیری نامہ نگار بدر یا اس کا کوئی دوست مددگار ہماری طرح ٹھنڈے دل سے جواب دیں گے۔

(۱) جناب مرزا صاحب نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو یہ دعا شائع کی تھی کہ ہم دونوں (مرزا صاحب اور خاکسار) میں سے جو جھوٹا ہے۔ وہ سچے کی زندگی میں مرے گا۔

(۲) مرزا صاحب کو عام طور پر خدائے ذوالجلال نے فرمایا تھا یا نہیں کہ اجیب کل دعائک الا فی شرکائک میں تیری سب دعائیں قبول کروں گا۔ سوا اس کے جو تیرے قریبی رشتہ داروں کے حق میں ہوگی۔"

(۳) خاص اس معاملہ میں یعنے ۱۵۔ اپریل کی دعا کے متعلق خدا نے قبولیت کا وعدہ کیا تھا یا نہیں؟

غرضکہ ہر ایک اخبار اور کتاب میں مولوی صاحب امرتسری اور نیز اُن کے دام افتادہ اسی بے سرے راگ کو گلے جاتے ہیں۔ دیکھو اہلحدیث مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۳ و ۴۔ ۱۔ اگست ۱۹۰۸ء صفحہ ۹ و مرقع اگست ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۲۸ و ۱۴۶ و مرقع اکتوبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۲۸ و ۳۰ و رسالہ دعاء مرزا صفحہ ۸ وغیرہ وغیرہ۔ الحمد للہ کہ مولوی صاحب امرتسری نے اس معقول اور آسان راہ کو جو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے صدق و کذب کی معیار تھی "روغن بادام" اور مرکزی نقطہ قرار دیکر تمام مباحثات کا خاتمہ کردیا۔ ہم نے بھی خدا کے فضل سے رسالہ احمدی میں اسی بحث کو اس قدر صاف کردیا ہے۔ کہ اس سے پہلے وہ اتنی صاف نہ ہوئی ہوگی کوئی اعتراض مخالف جماعت کا اس بحث کے متعلق نہیں چھوڑا جس کا قلع قمع نہ کردیا ہو۔ مگر چونکہ وہ رسالہ ہنوز زیر طبع ہے۔ جو شائد ماہ اپریل کے شروع میں شائع ہوگا۔ اس لئے مناسب سمجھا کہ مولوی صاحب امرتسری کی بیقراری اور اضطراب کو جلدی ہی رفع کرکے آپ کو راہ حق و صواب دکھایا جاوے۔ بنا بریں ہم محض خدا کے فضل پر بھروسہ کرکے اور اسی کی عطا کردہ نصرت سے نہائت دلیری اور جرأت کے ساتھ

مولوی ثناء اللہ صاحب کو چیلنج

کرتے ہیں کہ اس "روغن بادام" یا مرکزی نقطہ پر اس عاجز کے ساتھ بشرائط ذیل مباحثہ کرلیں۔ اگر اس مباحثہ میں مولوی صاحب نے اپنے دعاوی متذکرہ صدر ثابت کردیئے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مسیح موعود علیہ السلام نے دیا تھا۔

(۲) خدا نے دعا مندرجہ اشتہار کی قبولیت کا الہام کردیا تھا۔

(۳) احمدی مرزا صاحب کی دعا کو قبول شدہ نہیں مانتے۔

تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ آپ کو اس دعوی میں صادق مان لوں گا اور حسب موقعہ کچھ نقد بھی جس کی تعداد

یک صد روپیہ ہوگی

بطور یادگار فتح آپ کو اسی جلسہ میں بلا عذر پیش کردونگا جس کو مباحثہ سے بتراضی فریقین کسی شخص کے پاس امانت رکھدیا جائیگا اب اگر میں اس سے تخلف کروں۔ تو لعنت اللہ علی الکاذبین کا مورد بنوں۔ اور اگر آپ اس سے کوئی راہ گریز اختیار کریں۔ تو آپ بھی اسی آئت کے وعید میں داخل ہوں گے۔ اور شرائط مباحثہ یہ ہیں جن میں فریقین کا نفع و نقصان مساوی ہے۔

(۱) یہ مباحثہ نہ دہلی میں نہ امرتسر میں بلکہ ان دونوں شہروں کے درمیان جو شہر ہو۔ اُس میں ہوگا۔ اور میرے خیال میں وہ لدھانہ ہے اور محفوظ مکان ہوگا۔ جہاں عوام الناس داخل نہ ہوسکیں

(۲) مباحثہ بجز اس "روغن بادام یا مرکزی نقطہ" کے کسی دیگر مسئلہ میں نہ ہوگا۔

(۳) حاضرین میں فریقین کی تعداد مساوی ہوگی۔ کم و بیش نہیں اور یہ تعداد سو سو سے کم نہ ہو۔ زیادہ جسقدر ہوجائے تو مضائقہ نہیں۔ مگر ہونگی برابر برابر۔

(۴) مباحثہ تحریری ہوگا۔ جیسا کہ آپ نے مولوی احمد رضا بریلوی کے ساتھ تحریری مباحثہ منظور کیا تھا۔ دیکھو اپنا دستخطی سوالنامہ مندرجہ اہل حدیث مورخہ ۲۹۔ اپریل و ۶ مئی ۱۹۱۱ء صفحہ ۲

(۵) فریقین کا ایک ایک میر مجلس ہوگا جو اپنے اپنے فریق کی طرف سے تحریری طور پر حفظ امن کا ذمہ وار ہوگا۔

(۶) ایک ثالث علاوہ ان دو میر مجلسان کے ہوگا جس کا تقرر برضامندی فریقین ہو۔ اور ضروری ہوگا کہ وہ اگر مسلمان ہے تو خدا کی قسم کھا کر اپنا تحریری فیصلہ بحث کے خاتمہ پر لکھیگا اور اس فیصلہ پر مناظرین اور فریقین کے میر مجلسان کے دستخط بھی ہوں گے۔ اگر باتفاق میر مجلسان و ثالث ایک ہی مضمون کا فیصلہ ہوا تو فریقین کو تسلیم کرنا ہوگا۔ بصورت اختلاف کثرت رائے کو ترجیح ہوگی یعنی جس میر مجلس کے ساتھ ثالث کی رائے متفق ہوجاوے۔ وہ فیصلہ بھی قابل تسلیم ہوگا۔ میر مجلسان کو بھی خدا کی قسم کھا کر فیصلہ پر دستخط یا مباحثہ کے متعلق کسی تحریری رائے کے دینے کا حق ہوگا۔ جو رائے مباحثہ کے متعلق بغیر خدا کی قسم کے کوئی ثالث یا میر مجلس دیگا۔ وہ قابل وقعت نہ ہوگی انہی کے فیصلہ پر وہ سو روپیہ کی رقم دی یا واپس لی جائیگی

(۷) ہر ایک تحریر کی نقل بدستخط خود و تصدیق میر مجلسان فریق مقابل کو دی جاویگی۔ جس کی صرف نقل کرنے کے لئے ایک ایک مددگار ہونا چاہیئے۔

(۸) ہر ایک پرچہ بعد تحریر جواب سامعین کو مجیب ہی خود پڑھ کر سنائیگا۔ بعد ازاں حوالہ فریق ثانی بغرض تحریر جواب بجواب کیا جائیگا۔

(۹) جس کا پہلا پرچہ ہوگا اُسی کا آخری پرچہ ہوگا۔

(۱۰) اس بحث میں تعداد پرچوں کی صرف پانچ ہوگی۔ مدعی کے تین منکر کے دو پرچے ہونگے۔

(۱۱) اس بحث میں آپ مدعی ہوں گے۔ کیونکہ آپ کا دعوی ہے کہ مرزا صاحب علیہ السلام کا اشتہار مورخہ ۱۵۔ اپریل بحکم خداوندی تھا۔ اور اس کی قبولیت کا منجانب اللہ الہام بھی ہوچکا تھا۔ اور ہم اس کے منکر ہیں کہ نہ وہ اشتہار بحکم خداوندی تھا۔ نہ اس کی قبولیت کا کوئی الہام ہوا تھا۔ اس لئے بار ثبوت آپ کے ذمہ ہوگا۔

(۱۲) تقرر مکان مباحثہ و تاریخ مباحثہ و وقت مباحثہ و وقت تحریر بتراضی فریقین ہوگا۔

(۱۳) کسی زبانی گفتگو کرنیکا مناظرین کو کوئی حق نہ ہوگا۔ نہ کسی زبانی گفتگو کو قابل جواب سمجھا جائیگا۔

(۱۴) ثبوت دعوی میں اگر عقلی دلائل سے علاوہ نقلی استدلال

قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے!

بالکل سچ ہے۔ کہ قرآن مجید کی تلاوت مومن کی سعادت ہے۔ اور ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے۔ کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ مگر اس میں بھی کلام نہیں۔ کہ

تلاوت کی اصلی غرض عمل ہے۔

اور اعتقادی قوتوں کا نشوونما اس وقت تک نہیں ہوتا۔ جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی نہ حاصل کرے۔ اور یہ آگاہی **قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے۔**

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے **ترجمۃ القرآن** کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اور اس میں بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں۔ اور اس ترجمہ اور نوٹوں کی

خصوصیت یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجازی قوت کو ظاہر کیا جاوے

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کو مدنظر رکھکر لکھے گئے ہیں۔ اور

عاشق قرآن کریم حضرت مولانا مولوی حافظ نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح (مدظلہ العالی)

کے درس سے لئے نوٹوں اور آپ کی تحریروں اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعود مغفور کی تحریروں۔ ملفوظات اور دیگر بزرگان ملت کے ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں۔ ان کو کیا آپ نے اب تک نہیں پڑھا۔ اگر نہیں پڑھا۔ تو ضرور پڑھیں۔ اس میں نور ہدایت اور شفا ہے۔

ہدیہ فی پارہ — مبلغ ایک روپیہ

نوٹ

آٹھ پارے تیار ہیں۔ آٹھوں کے اکٹھے خریدار سے مبلغ آٹھ روپے (عہ/) معہ محصولڈاک

دفتر الحکم قادیان دارالامان ضلع گورداسپور سے طلب کرو۔

بقیہ مضمون صفحہ ۱۰ سے فریق ثانی پر حجت قائم کرنی ہو تو وہ نقلی دلائل مسلمات خصم سے ہوں گے۔ نہ کہ اپنے مسلمات سے جو ... پر حجت نہیں۔

(۱۵) کوئی امر خلاف تہذیب اشارۃً یا کنایۃً کسی فریق کی طرف سے سرزد ہوگا تو اس کا جواب دہی میر مجلسان کے ذمہ ہوگی جن کا انہیں اختیار ہوگا کہ ایسے شخص یا اشخاص کو جن سے کوئی حرکت خلاف تہذیب واقع ہوئی ہے مباحثہ سے نکال دیں۔ یا ان سے معافی منگوائیں اور وہ معافی اس فریق کے مناظر کی طرف سے ہوگی جس فریق کی توہین یا تضحیک کی گئی ہے اس پر فریقین کے میر مجلسان تحریر کرکے دستخط کریں گے۔ تاکہ مباحثہ کی اشاعت کے وقت وہ تحریریں بھی ساتھ ہی شائع کی جائیں۔

(۱۶) اختتام مباحثہ پر جس مناظر کو مدمقابل کے جوابات سے اطمینان اور تسلی نہ ہوئی ہو۔ اور استدلال پیش کردہ فریق ثانی یعنی مدعی یا منکر سے کسی طرح کا انکار ہو۔ تو ایسے منکر مناظر کو خدا کی قسم کھاکر یہ لکھدینا ہوگا۔ کہ میرے اعتراض یا سوال یا استدلال کا کوئی جواب یا صحیح جواب مدمقابل نے نہیں دیا۔

یہ شرائط ہیں۔ جن کی برائی یا بھلائی کا اثر کسی فریق پر کم و بیش نہیں بلکہ مساوی ہوتا ہے۔ مولوی صاحب امرتسری سے ہماری التماس ہے کہ وہ ان شرائط پر ہم سے "روغن بادام" پر مباحثہ کرلیں۔ اگر ان شرائط میں کوئی کمی بیشی یا ترمیم کو وہ چاہیں۔ تو تحریر مطبوعہ کے ذریعے ہمیں مطلع فرمادیں بشرط معقول ہونے اور فریقین پر مساوی اثر انداز ہونے کے ہم منظور کریں گے ورنہ بدلائل اس جواب عرض کردیں گے۔

(نوٹ) ایڈیٹر صاحب بدر و الحکم بھی ہمارے اس چیلنج کو اپنے معزز خریداروں میں نقل فرماکر مشکوری کا موقعہ بخشیں۔ (الحق)

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری۔ مضمونوں کی تیز وطراری۔ مریضوں کی آہ وزاری آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے کہ الاماں۔ لیکن ہمارا کام صرف باتوں سے ہی نہیں۔ بلکہ ہم پہلے مفت دوا دیتے ہیں۔ اول ازماؤ پھر منگواؤ۔ بھلا اس میں بھی دھوکہ ہے۔ قوائے تناسل کے متعلق ان دنوں۔ مختلف بیماریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت ہے۔ میں نے اس مرض کے لئے یہ معجون تیار کی ہے۔ جس کے چند روزہ استعمال سے امراض متعلقہ قوائے تناسل انشاء اللہ فوراً رفع ہوتے ہیں۔ اور ہر قسم کی شکایت کے لئے انشاء اللہ مفید ہے۔ ہمارا کام یہ نہیں کہ ٹکے ماریں۔ کہ جا بجا سے تیار ہوتی ہیں۔ اولاً نمونہ مفت منگائیے۔ پھر اگر شفا ہو۔ تو طلب فرمائیے۔ قیمت فی بکس عـہ

طلاء طلسمی پیرانہ سالی کے اثر اور جوانی کی غلط کاریوں سے یہ امراض لاحق ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات خود کشی تک نوبت پہنچتی ہے۔ ہمارے اس طلا سے فائدہ اٹھائیں اور مضامین بھی کھائیں۔ انشاء اللہ وہ اس کو مفید پائیں گے۔ قیمت ۶ ماشہ ۸ عـہ

سرمہ سلیمانی آنکھوں کی کل بیماریوں کو رفع کرنے والا۔ اور قوت بصارت بڑھانے والا۔ قیمت فی تولہ ۸

سنون دندان۔ دانتوں کی کل بیماریوں کو دفع کرنے والا قیمت فی بکس

حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ احمدیہ بلب گڈھ ضلع دہلی

کیا آپ بیمار ہیں؟

جب کہ آپ کی طبیعت درست نہ ہو۔ اس سے کچھ بحث نہیں کہ کونسی آپ کو شکایت ہے۔ آپ ضرور خود سے یہ سوال کیجئے۔ کہ آیا دن بھر میں ایک دست صاف ہو جاتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو۔ تو رات کو سوتے وقت۔ دو یا تین ڈون کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنر پلس) کھا لیجئے۔ دوسرے روز صبح کو دست صاف ہوگا۔ اور بیشتر کی نسبت آپ کو فوراً زیادہ اچھا معلوم ہوگا۔ قبض کی وجہ سے آنتوں میں فضلے زیادہ دیر تک رہتے ہیں۔ اور ایسا فاسد مادہ پیدا کرتے ہیں۔ جو کہ دنیا کے نصف سے زیادہ مرضوں کا باعث ہوتا ہے۔ اس سے بخوبی سمجھا جائے گا۔ کہ کیوں قبض سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ جگر کی شکائت۔ ہیجان۔ صفرا۔ صفراوی بخار یا تپ۔ بد ہاضمی۔ پٹھوں کی کمزوری۔ جسم کی نقاہت۔ امراض قلب یعنی دل۔ دوار یعنی چکر آنا۔ درد سر۔ نفخ یعنی کھٹی ڈکاریں آنا۔ مستورات کی بیماریاں۔ اگر بہت عرصہ یہی حالت رہے۔ تو خون کثیف ہو جاتا ہے اور صحت ہمیشہ کے لئے خراب ہو جاتی ہے۔ ڈون کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈونس ڈنر پلس) نباتات سے بنائی گئی ہیں۔ اور مذکورۃ الصدر مرضوں کو مٹاتی ہیں۔ کیونکہ وہ فاسد اور زہریلے اجزاء کو نکالتی ہیں۔ جگر کو قوت عطا کرتی ہیں۔ قیمت فی شیشی ۱۲ر و ۸ر و ۱۲ ارز

۱۲ار والی شیشی میں ۱۶۰ گولیاں ہیں جو ۱۲ر والی شیشی سے چوگنی ہیں
۱۲ار والی شیشی

ڈون۔ پی او باکس نمبر ۲۰ بمبئی سے طلب کرو۔

پانچ روپے سے دو لاکھ روپے کس طرح ہو گئے

یہ کل کی بات ہے کہ میں ایک معمولی حیثیت کا انسان گنا جاتا تھا۔ لیکن آج ان سطروں کے پڑھنے والوں کے سامنے صرف ایک مفید ایجاد سے دس ہزار نہیں پچاس ہزار نہیں۔ بلکہ پورے دو لاکھ روپے کی جائیداد کا بلا شراکت غیرے مالک و مختار ہوں۔ میری کامیابی کا راز روح حیات کی ایجاد ہے۔ چند سال ہوئے کہ میں نے پانچ روپے کے سرمایہ سے روح حیات کی تجارت شروع کی تھی۔ اور آجتک پورے دس لاکھ روپے کا فروخت ہو چکا ہے۔ جس شخص نے میری اس ایجاد کو ایک دفعہ استعمال کیا ہے۔ وہ تمام عمر کیواسطے روح حیات کا مجسم اشتہار بن گیا ہے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لاہور میری تین یوم کی آمدنی ۸۸۳ روپے تصدیق کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جبتک کوئی دوائی شرطیہ مفید نہ ہو۔ اس کی اس قدر کثرت سے بکری ناممکن ہے۔ بقول حضرت داغ دہلوی۔ کہ وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے۔ جو آجتک روح حیات کے مجرب فوائد اور شرطیہ نتائج سے محروم رہتے ہیں۔ سنئے! روح حیات کیا چیز ہے؟ روح حیات میں وہ طاقت بھری ہے۔ کہ ہاتھی اور شیر کا مقابلہ اس کے پینے والے کو آسان ہے۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ جناب ڈاکٹر میرلی ناتھ صاحب بہادر انڈین میڈیکل سروس حضور شاہ ایڈورڈ ہفتم اور گورنمنٹ انگلشیہ کے معزز عہدہ داروں وغیرہ اصحاب نے روح حیات کو طاقت میں بے نظیر مانا ہے۔ روح حیات رگ و ریشہ میں تحریک دیکر ہڈیوں کے گودے فاسفورس کو چمکاتا ہے۔ اور خون کی کثرت پیدا کر کے اعصاب کی سستی کو اپنی بجلی کی طاقت سے چاق و چوبند کر کے انسان کو ایسا صحیح و تندرست بنا دیتا ہے کہ پھر حوادث زمانہ اگر تلواریں بھی ماریں۔ تو بھی ہٹ ہو کر بے آب ہو جاویں۔ ہندوستان و انگلستان اور ممالک غیر کے بہترین اور مانے ہوئے ڈاکٹروں حکیموں کے لیکچراروں۔ معزز عہدہ داروں۔ سلطنت کے سرٹیفکٹوں اور باوجود امتیاز انہ مدت کے استعمال ہونے کے پھر بھی دن بدن ترقی کرتی ہوئی مانگ اور ۸۸۳ روپے روح حیات کی تین دن کی بکری سے کون ہے جو یہ نتیجہ نہ نکالے۔ کہ روح حیات اس وقت انسان کی دوبارہ زندگی کے لئے لاثانی دوا نہیں ہے۔ بچپن سے زمانہ یا جوانی کی بے پرواہ حالت میں بوجہ بے اعتدالیوں یا خلاف قاعدہ قانون قدرت عامل ہونے سے جو لوگ مرض کمزوری اعصاب پیدا کر کے دنیا کی تمام لذتوں سے محروم ہو بیٹھے ہوں۔ اُن کے لئے روح حیات تریاق کامل تیر بہدف دوا ہے۔ یہ نہ صرف دوا ہی ہے۔ بلکہ اعصاب کی ایک طاقت افزا غذا بھی ہے۔ یہ وہ مقوی روح ہے۔ جو کثرت فواحشات اور طفولیت کی نا زیبا حرکات سے لاحق ہو گئی ہوں۔ ان کے لئے روح حیات اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ نامردی۔ ضعف باہ۔ ضعف مثانہ۔ جریان۔ جریان۔ رقت۔ ضعف اعصاب۔ ضعف معدہ۔ ضعف دماغ۔ ضعف جگر۔ ذیابیطس اور اختلاج قلب کے واسطے روح حیات بمنزلہ تریاق کے ہے۔ جسمانی کمزوری۔ لاغری بے رونقی اور بے زردی چہرہ کے لئے اگر سے تمام مقوی دواؤں پر ترجیح دیجائے۔ تو بجا ہے۔ حلق سے اُترتے ہی اس کا خاص اثر اعصاب پر پڑتا ہے۔ جن پر قوت باہ کا مدار ہے۔ بزدل کو جوان مرد جوانمرد کو بنانا اسی روح کا کام ہے۔ اس کے استعمال سے علی العموم اولاد نرینہ پیدا ہوتی ہے۔ روح حیات کی حیرت انگیز شہرت اور کثرت خریداری کو دیکھکر لوگ مجھے کیمیاگر کے نام سے پکارتے ہیں۔ قیمت فی شیشی روح حیات دو روپے آٹھ آنے روح حیات کے علاوہ ایک اور عجیب الاثر دوائی "روغن دافع سستی" موجود ہے۔ جو صرف بیرونی استعمال سے مردہ اعصاب کو زندہ کرتا ہے۔ رگوں۔ پٹھوں کی سستی۔ اور بے رونقی۔ لاغری وغیرہ دور ہو کر معزول طاقت بحال ہو جاتی ہے۔ مایوس مریضان نامردی کو مرد کامل بناتا ہے۔ اور لطف یہ کہ پھر عمر بھر کسی اور دوائی کے استعمال کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ قیمت روغن دافع سستی فی شیشی کلاں چار روپے چار آنے (خورد) شیشی خورد دو روپے دو روپے (۲ع)

یہ دونوں دوائیں حکیم محمد شریف آئی ڈاکٹر کیمیا گر پروپرائیٹر شفا خانہ عام لاہور سے طلب کرو۔

الحکم
قادیان
نمبر ۷ جلد ۱۶
۲۱ فروری سنہ ۱۹۱۲ء

اسلامی تعلیم کی فلاسفی

نمبر (۴)

گذشتہ نمبر میں ایک حد تک ہم نے "مسافر" کے اعتراضات یا توہمات کو دور کیا ہے۔ اگرچہ ہڈی اور گوبر وغیرہ سے استنجا نہ کرنے کی ایک وجہ پچھلے نمبر میں بتا دی گئی ہے۔ آج اسی سلسلہ میں اس کی مزید توضیح کرتے ہوئے اس امر پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ کہ یہ جو احادیث میں آیا ہے۔ کہ گوبر اور ہڈیاں جنوں کا کھانا ہے اس سے کیا مراد ہے۔

پس یاد رہے کہ

(۱) استنجا کے لئے تین ڈھیلے اس لئے مقرر فرمائے۔ کہ صفائی کے لئے ایک حد کا مقرر کرنا ضروری تھا۔ ورنہ وہمی آدمی سارا سارا دن استنجا ہی کرنے میں گذار دیتے۔ باوجود اسقدر تاکید شدید کے ہم بعض وہمیوں کو دیکھتے ہیں۔ کہ وہ ایک ہی استنجا کے لئے ڈھیلوں کا ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ اور پانی کے کئی مٹکے خالی کر دیتے ہیں۔ اور تین سے کم ڈھیلوں میں بخوبی صفائی و پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی۔ اور تین میں صفائی ہو جاتی ہے۔ اور تین سے زیادہ میں تضیع وقت اور وہم کا بڑھانا اور وہم میں داخل ہے۔ گوبر و ہڈیوں سے استنجا اس لئے منع ہوا۔ کہ ان میں اکثر موذی جانور سانپ بچھو وغیرہ اور کئی قسم کے کاٹنے والے کیڑے بیٹھے رہتے ہیں۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنظر شفقت و رحمت سے اپنی اُمت کو ان سے استنجا کرنا منع فرمایا۔ تاکہ استنجا کرنے والے کو کوئی موذی جانور نہ کاٹے اور ایذا نہ پہنچائے۔ وجہ یہ ہے کہ اکثر ہوام و جانوران موذیہ سانپ۔ بچھو۔ ہزار پاؤ وغیرہ کی پیدائش گوبر و ہڈیوں میں سے ہوتی ہے۔ اور انہی سے ان کی خوراک و پرورش ہوتی ہے۔ اور ان کے سوراخ و ارجگہوں میں ایسے جانور گھسے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ جہاں کسی چیز کی پیدائش و خوراک کا سامان ہو وہاں اُس کا اکثر قیام رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے استنجا کرنا منع ہوا۔ تاکہ ان کے اندر سے نکل کر کوئی زہریلا جانور استنجا کرنے والے کو ایذا نہ پہنچائے۔ بعض احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے جانوروں کو جنات میں مذکور فرمایا ہے۔ چنانچہ ہمارے ایک محسن و مربی نے احادیث میں سے کر بطور اختصار الفاظ میں ایسے جانوروں کا ذکر کیا ہے اَلْجِنَّةُ اَقْسَامٌ۔ اَلْحَیَّاتُ۔ وَالذُّبَابُ۔ وَالنَّمْلَةُ الْحُمْرِیُّ وَھَوَامُّ الْوَبَاءِ وَغَیْرُھَا یعنی جنات کے کئی قسم ہوتے ہیں۔ سانپ۔ مکھیاں۔ سرخ چیونٹیاں اور وبائی کیڑے بھی جنات میں سے ہیں۔

واضح رہے کہ اس میں اس مخلوق الٰہی یعنی جنوں کی نفی نہیں کی گئی ہے۔ جو اس عالم میں ایک غیر مرئی ناری مخلوق موجود ہے۔ اور اُن کے علامات و آثار محسوس و معلوم ہو رہے ہیں وہ بھی جن ہیں۔ ایک حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات سے حکایۃً فرمایا ہے۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْہَ اُمَّتَکَ عَنِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْعَظْمِ وَالرَّوْثِ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ لَنَا فِیْھَا رِزْقًا یعنی جنات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اپنی امت کے لوگوں کو ہڈیوں و گوبر سے استنجا کرنا منع فرماویں۔ کیونکہ خدا نے ان میں ہماری روزی رکھی ہے اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔ لَا تَسْتَنْجُوْا بِالرَّوْثِ وَالْعِظَامِ فَاِنَّھَا زَادُ اِخْوَانِکُمُ الْجِنِّ۔ ترجمہ یعنی گوبر گوبر اور ہڈیوں سے استنجا نہ کیا کرو۔ کیونکہ یہ چیزیں تمہارے بھائیوں جنات کی خوراک ہیں۔

واضح ہو کہ ہر ایک چیز کی خوراک خدا تعالیٰ نے اُس چیز میں رکھی ہے۔ جس چیز سے اُس کو پیدا کیا ہے۔ آدمی کو پانی مٹی کے خمیر سے پیدا کیا۔ لہٰذا آدمی کی خوراک بھی مٹی و پانی سے پیدا ہوئی بنظر غور دیکھو۔ جنات یعنے حشرات موذیہ کو ہڈیوں و گوبر سے جو دراصل مٹی و پانی کا خمیر ہوتا ہے۔ پیدا کیا۔ لہٰذا ان کی خوراک بھی اُن میں رکھی۔ اخوان یعنی آدمیوں کے بھائی جنات کو اس واسطے فرمایا۔ کہ جیسا کہ آدمی کی پیدائش مٹی و پانی سے ہوئی ہے۔ ایسا ہی ان حشرات کی پیدائش بھی مٹی و پانی کے خمیر سے ہی ہوتی ہے۔ آدمی کی پیدائش مٹی سے یوں ہوتی ہے۔ کہ غلے و میوہ جات مٹی سے پیدا ہوتے ہیں۔ آدمی اُن کو کھاتا ہے۔ اُن سے منی پیدا ہوتی ہے۔ اور منی سے آدمی بنتا ہے۔ اور پھر مدام آدمی اُن غلہ جات و میوہ جات وغیرہ اشیاء کو کھاتا رہتا ہے جن کی پیدائش مٹی سے ہوتی ہے۔ اور اس طرح اس کا جسم بڑھتا رہتا ہے۔ اور اسی طرح آدمی کی خلق ہوتی ہے۔ بلکہ یوں سمجھو کہ جنات یعنے حشرات وغیرہ حیوانات اور آدمیوں کی پیدائش مٹی ہی سے ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ ان کی ماں و اصل ٹھہری۔ اور پانی جو آسمان سے اُتر کر مٹی پر پڑتا ہے۔ وہ مرد کی منی عاقدہ کے منزلہ ہوتا ہے۔ جس سے خمیر ہوتا ہے۔ پس چونکہ آدمی و جنات کی اصل و ماں مٹی ہے۔ لہٰذا وہ دونوں جنھیں آپس میں بھائی ٹھہرے یہی مٹی ہے۔ جو مختلف رنگوں میں ظاہر ہو رہی ہے۔ کہیں شاہ و گدا ہے اور کہیں درخت۔ اور کہیں آدمی اور کہیں درندے و پرندے اور کہیں خوراک و پوشاک اور کہیں لوہا و سونا و چاندی و پیتل وغیرہ دھات اور کہیں مواشی اور کہیں چاند و عطارد و زحل و مریخ و مشتری و زہرہ اور کہیں عاشق دل ربودہ و دلدادہ اور کہیں معشوق دلربا۔ کہیں ریل و آگبوٹ و محل و ماڑیاں اور کہیں طاؤس و مینا و کہیں قمری و فاختہ و طوطا وغیرہ وغیرہ ہزارہا اشکال و صورتوں میں مٹی ہی جلوہ گر ہے۔

ان کے علاوہ خدا تعالیٰ کی ایک اور مخلوق ہے جس کی پیدائش آگ سے ہوتی ہے۔ ان کو بھی جن کہتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ۔ ترجمہ یعنے خدا تعالیٰ نے پیدا کیا جن کو آگ کے شعلہ سے اس آتشی مخلوق کی خوراک بھی آتش ہی ہے۔ ہم قبل ازیں ظاہر کر چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہر جنس کی خوراک اس کے اصل مادہ میں رکھی ہے۔ جہاں سے اُس کی پیدائش ہوتی ہے۔ لکڑی کا کیڑا لکڑی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی خوراک لکڑی میں موجود ہے مدار کا کیڑا مدار سے پیدا ہوتا ہے۔ اُس کی خوراک مدار میں موجود ہے لوہے کا کیڑا لوہے سے پیدا ہوتا ہے اُس کی خوراک لوہے میں ہے آگ کا کیڑا سمندر آگ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی خوراک آگ میں ہے پتھر کا کیڑا پتھر ہی پیدا ہوتا ہے۔ اُس کی خوراک اُسی میں ہے۔ پانی کے کیڑے پانی میں پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کی خوراک اسی میں موجود ہے گوبر و ہڈیوں کے کیڑے انہی میں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہی ان کی خوراک ہیں۔

(۲) گوبر و ہڈیوں سے استنجا کرنا موجب امراض شدیدہ ہے۔ کیونکہ ان میں زہریلے حشرات کے زہریلے علامات اور ہوائے متعفنہ کے سمی و قاتلہ آثار ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ اگرچہ ان میں کسی وقت نہ بھی موجود رہیں۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لوگوں کو محض بنظر شفقت و رحمت ان ضرروں سے بچنے کے لئے گوبر و ہڈیوں کے ساتھ استنجا کرنا منع فرمایا یعنی آپ نے ایسا کام کیا۔ جیسا کوئی اپنے بچوں کو اشیائے ضرر رساں کے استعمال سے روک دیا کرتا ہے۔ تاکہ ان کو ضرر نہ پہنچے۔ چنانچہ حدیث مذکورا لصدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صریحاً اس امر کا ارشاد فرما دیا کہ تم میرے پیارے بچوں کے منزلہ ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم کو کوئی ضرر پہنچے۔ اور خدا تعالیٰ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پدری محبت و شفقت کی جو آپ کو اپنی امت سے ہے۔ قرآن کریم میں تصدیق فرما دی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ترجمہ یعنے تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے۔ اور وہ تم ہی میں سے ہے۔ تم کو کوئی تکلیف دکھ ہو۔ تو اُس کو ناگوار گذرتا ہے۔ وہ تم سے حرص رکھتا ہے وہ مومنوں پر رؤف الرحیم ہے۔

اپنی امت کی تکلیف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی تکلیف و دُکھ ہوتا ہے۔ جیسا کہ کسی کے بیٹے کو تکلیف و مصیبت پہنچنے سے باپ کو تکلیف ہوتی ہے۔

باخبر را دل تپد بر بے خبر ۔۔۔ رحم بر کورے کند اہل بصر
ہمچنیں قانونِ قدرت اُفتاد ۔۔۔ مر ضعیفاں را قوی آرد بیاد
چوں ازیں قانوں شود رحماں کو ۔۔۔ رحم یزداں از ہمہ باید فزوں

خداوند تعالیٰ کا احکام ممنوعہ و محرمات سے اپنے بندوں کو منع کرنا بنظر رحمت و شفقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھکر ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ ترجمہ یعنے خدا تعالیٰ نے تم کو اپنی طرف سے بنظرِ شفقت و مرحمت محرمات و ممنوعات سے بچنے و حذر کرنے کے لئے آگاہ فرماتا ہے۔ کہ مبادا ارتکاب محرمات سے تم کو ضرر پہنچے۔ وہ نہیں چاہتا کہ تم کو ضرر پہنچے۔ کیونکہ وہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ امت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلسوزی و ہمدردی و شفقت و مرحمت آنحضرتؐ کو مقام فنا فی اللہ میں پہنچکر خدا تعالیٰ سے عطا ہوئی تھی۔

اسی طرح حسب مراتب جس کو خدا تعالیٰ سے زیادہ قرب ہوگا

وہ خدا کی مخلوق سے زیادہ ہمدردی کریگا۔ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِہٖ۔ ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مخلوق دُنیا خدا تعالیٰ کے کنبہ کے بمنزلہ ہے۔ پس مخلوق سے خدا کو وہی زیادہ پیارا ہے۔ جو اُس کے کنبہ سے بھلا کرے۔

استنجے کے تین ڈھیلوں کی حقیقت اور جوتوں کے کھاسنے وغیرہ کے متعلق بحث کے بعد اب میں بہشت کے آٹھ دروازوں پر کچھ بحث کرتا ہوں وباللہ التوفیق۔

بہشت کے آٹھ دروازے

بہشت کے متعلق میں نہیں سمجھتا کہ کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ ہر شخص کی فطرت میں یہ امر داخل ہے کہ وہ سُکھ کو چاہتا ہے اور یہ حصول سُکھ کی فطرتی خواہش ایک ایسی جگہ کا پتہ دیتی ہے جہاں انسان سُکھ حاصل کرسکتا ہے پس اسی کا نام ہم جنت یا بہشت رکھتے ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب نے کسی نہ کسی طریق پر بہشت و دوزخ کا اقرار کیا ہے پھر اس امر مشترک کے وجود پر نکتہ چینی شاید دانشمند کا کام نہیں ہے مجھے یہ امر نہایت افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ وہ لوگ جو اسلام کی تعلیم پر یا اس کے کسی اصل پر اعتراض کرتے ہیں وہ اس وقت اصولی رنگ میں جرح نہیں کرتے مثلاً وہ ہماری مسلمہ کتب کو چھوڑ دیتے ہیں یا اُن امور پر اعتراض کرتے ہیں جو کسی ایک یا دوسرے رنگ میں خود اُن کے ہاں موجود ہیں۔ پس جبکہ حصول سُکھ یا مکتی پانے کی خواہش ہمارے سماجی دوستوں میں ہے اور وہ مکتی دھام کوئی تجویز کرتے ہیں تو کیوں انھیں جنت پر اعتراض ہوتا ہے۔ خیر یہ وہ جانیں اور ان کا کام۔ جنت کے آٹھ دروازوں پر بحث کرنے سے پہلے میں یہ ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جنت ہی کیا چیز ہے بروے اسلام ہم مانتے ہیں قرآن مجید کی ان آیات پر (جو نعمائے جنت کے متعلق بیان ہوئی ہیں) یکجائی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت کہ انسان اس دنیوی زندگی میں خدا تعالیٰ کے ساتھ آرام اور سکینت حاصل کرے اور تمام اطمینان اور سرور اور لذتیں اس کی خدا ہی میں ہوجاویں وہ حالت ہے کہ جس کا نام ہم بہشتی زندگی رکھتے ہیں اور بہشتی زندگی اسی دُنیا سے شروع ہوجاتی ہے اور وہ چیز جس کا نام نجات ہے اس کا دروازہ اسی عالم میں کھلتا ہے ۔ دوسرے مذاہب اور اسلام میں یہی تو فرق ہے کہ وہ آئندہ زندگی اور اس عالم کی زندگی کے درمیان موت کو ایک ناقابل گذر پہاڑ سمجھتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک اس عالم اخروی کے نظاروں اور کیفیات کو اس عالم کے نظاروں اور کیفیات سے گویا کوئی تعلق اور رشتہ ہی نہیں ہے مگر اسلام نے ظاہر کیا ہے کہ موت ناقابل گذر پہاڑ نہیں ہے بلکہ اس عالم کیلئے ایک گذرگاہ ہے ۔ جس حالت روحانی میں وہ مرنے کے وقت ہوتا ہے وہی حالت اس عالم ثانی میں اسے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس دنیا کی بہشتی زندگی اس حالت میں شروع ہوتی ہے جب انسان کے تمام سفلی اور نفسانی جذبات پر ایک موت وارد ہوکر وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ۔۔۔ راضی اور خدا اس سے خوشی ہوجاوے ۔ میں کھویا جاتا ہے اس وقت تک یہ زندگی شروع ہی نہیں ہوسکتی۔ غرض اعلیٰ درجہ کی پاکیزہ زندگی۔ خدا پرستی۔ خود فراموشی حصول جنت کی راہ ہے۔ اور یہ اعمال صالحہ اس بہشتی زندگی کے اظلال ۔۔۔ ہوا میں۔ میں اس وقت اس مضمون کو لمبا کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ مختصر الفاظ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ جنت جسکا اسلام ذکر کرتا ہے انسان کے اپنے ہاتھوں نے طیار کیا ہے جہاں ایمان درختوں کی صورت پکڑتا ہے اور اعمال صالحہ نہریں ہوکر اسکو سرسبز اور شاداب رکھتی ہیں گویا جو رشتہ نہروں کا باغ کے ساتھ ہے وہی رشتہ اعمال کا ایمان کے ساتھ ہے جیسے کوئی باغ بدون پانی کے سرسبز نہیں رہ سکتا اسیطرح کوئی ایمان بدون نیک اعمال کے زندہ نہیں رہ سکتا۔

گویا اسلام اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اور نفسانی جذبات کی غلامی سے نکالنے کی سبیل بتلاتا ہے۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بہشت کے آٹھ دروازے بتائے یہ کیسے صحیح ہیں۔ یاد رہے کہ وضو کے لئے سات اعضاء مخصوص ہیں منہ دونوں ہاتھ پاؤں کان سر ان اعضاء کی تخصیص کے متعلق احادیث میں غائر نظر کرنے سے اصل سر معلوم ہوجاتا ہے۔ مگر معترض جس کی غرض حقیقت شناسی نہو ان تکالیف کو کب گوارا کرتا ہے۔ میں مختصراً یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر ایک نیک طینت آدمی وضو میں ان اعضاء کی تخصیص پر خود بھی غور کرے تو اُسے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہی وہ اعضاء ہیں جن کے ساتھ اخلاقی شریعت وابستہ ہے اور وہ ہوجنکا اثر سوسائٹی کی مختلف حالتوں اور تمدن پر پڑسکتا ہے وہ ان اعضاء کے افعال کے نتیجے ہیں مثلاً زبان ہے استبازی۔ دوسروں کے ساتھ اخلاقی بھلائی کی تعلیم۔ خدا کی شکرگذاری۔ خدا تعالیٰ اور اُس کی صفات کا اقرار اسی زبان سے متعلق ہے اور اسی کے ذریعہ کفر غیبت بدگوئی کفر باللہ اور کفر بالرسول اور دوسرے معائب سرزد ہوسکتے ہیں جنکا اثر سوسائٹی پر پڑتا ہے۔ بیع شرا کے معاہدات اسی زبان سے ہوتے ہیں۔ اسی طرح آنکھ ایک سوراخ ہے اور وضو میں اس کا دھونا بھی ضروری ہے۔ اس سے ان تمام گناہوں سے بچنے کی تعلیم مقصود ہے جو آنکھ سے متعلق ہیں۔ اسی طرح پر دوسرے اعضاء اور جوارح پر غور کرلو کہ وہ کس قدر اخلاقی قوتیں ۔۔۔ اندر رکھتے ہیں۔ اور وضو میں ان کا دھونا اسبات کی ۔۔۔ اور ظاہری نشان ہے کہ ۔۔۔ ان ان گناہوں سے بچے۔ اب میں تمام سلیم الفطرت اور شریف الطبع لوگوں سے دریافت کرتا ہوں کہ جب ایک انسان کامل اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا کرے اور وضو کے ذریعہ جو روحانی غرض دکھائی گئی ہے اسے پورا کرے تو انصاف سے کہو کہ یا وہ بہشت میں داخل ہونیکا ایک دروازہ ہوگا یا نہیں؟ دروازہ کیا ہے مکان کے اندر داخل ہونیکا ذریعہ اور اسی مقصد کے لئے وہ بنایا جاتا ہے۔ پھر جنت میں جن اسباب سے انسان داخل ہوتا ہے وہی اس کے لئے دروازہ ہے اور یہ جوارح جب کامل طور پر خدا تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری میں لگ جاویں تو کیوں انسان بہشت میں داخل نہو۔ پس یہ تو ہے سات دروازوں کا پتہ

۔۔۔ آٹھواں دروازہ اس کی حقیقت بھی بچے سے سنو۔ پہلے بتایا تھا کہ جسمانی طہارت روحانی طہارت پر موثر ضرور ہوتی ہے۔ وضو کی غرض روحانی طہارت ہے چونکہ انسان کوئی کام اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق کے بدون نہیں کرسکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسان کو عبودیت سکھاتے اور خدا تعالیٰ کے قرب کے لئے وسیلہ دعا ضروری سمجھتے ہر مرحلہ زندگی کے لئے آپ نے اپنی اُمت کو دعائیں سکھائی ہیں۔ وضو کے بعد جیسا کہ مسافر نے بھی اس دعا کا ترجمہ لکھا ہے ایک دعا سکھائی۔ اور غور کرو کہ وہ کیسی پاک دعا ہے۔ پہلے اقرار توحید کرتا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ - یہ کلمہ جسقدر صداقت اور خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے اسپر اگر بحث کیجاوے تو اخبار الحکم کے متعدد نمبر کافی نہیں ہوسکتے بہرحال اس میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا کہ اسکا جزو اول تو ایسا ہے کہ ہر ایسا شخص جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور اس کی توحید کا قائل ہے اسپر قربان ہوگا۔ اور دوسرا جزو اس کے ساتھ اس لئے رکھا ہے کہ چونکہ بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے اپنے ہادیوں کو ایک زمانہ کے بعد خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیدیا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوع انسان پر رحم فرما کر آئندہ ہمیشہ کے لئے اس نقص سے بچانے کے لئے اپنی شخصیت کے مسئلہ کو اس اقرار کے ساتھ صاف کردیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسان اور خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب انسان خدا تعالیٰ کی توحید پر کامل ایمان لے آتا ہے اور اس کی صفات افعال اور اسماء کو بے کم و کاست یقین کرلیتا ہے تو وہ بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو یقین کرتا اور آپ کے اسوہ حسنہ کو اپنے لئے ایک نمونہ یقین کرکے آپ کے نقش قدم پر چلتا ہے تو اس میں بہشتی زندگی کے آثار پیدا ہوجاتے ہیں اس اقرار کے بعد جو دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی وہ ایسی قابل قدر ہے کہ دُنیا کے دوسرے مذاہب کی کتابوں میں مجھے شبہ ہے کہ اس جیسی دعا اس موقع کے لئے مل سکے۔ اور وہ یہ ہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ یعنی اے اللہ مجھے حقیقی توبہ کرنے والوں میں سے بنادے اور اے اللہ مجھے ظاہری اور باطنی صفائی رکھنے والوں میں سے بنادے۔

اس دعا کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ اصل غرض پاکیزگی اور طہارت ہے اب غور کرو اور انصاف کرکے بتاؤ کہ جو شخص ان اعضاء سبعہ سے تمام اعلیٰ کام کرتا ہوا اور پھر خدا تعالیٰ کی توحید اور اس توحید کے لانے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرتا ہوا خدا تعالیٰ سے حقیقی پاکیزگی کا خواستگار ہوگیا۔ ۔۔۔ کے بہشت میں داخل ہونے کے آٹھ دروازے نہیں کھلتے ہیں؟ آٹھ دروازوں کی حقیقت چاہو تو خدا کے لئے غور کرو اور قبول کرو ۔

ایوان خلافت

الحمد للہ حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت اچھی ہے۔ قرآن مجید کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے یوں تو ہمیشہ ہی آپ کو جوش و شوق رہا ہے مگر آجکل بہت بڑھا ہوا ہے۔ صبح ہی آپ چھوٹی لڑکیوں

خلیفۃ المسیح کے لیل و نہار

کو قرآن مجید کا درس دیتے ہیں۔ یہ درس ان کی استعداد اور سمجھ کو مد نظر رکھ کر دیا جاتا ہے اور آپ روزانہ سبق ان لڑکیوں سے سنکر پھر پڑھاتے ہیں۔ اس طرز تعلیم نے مدرسین اور معلمین کے لئے ایک عمدہ نمونہ پیش کر دیا ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھایا جاتا ہے پھر مختلف استعداد کی لڑکیاں ہیں مگر کیا مجال کہ کسی پر بھی خفا ہوں۔ پڑھنے والی لڑکیوں میں بیحد شوق ہے پھر مستورات کو سبق دیتے ہیں۔ قرآن مجید کے سننے اور پڑھنے کا شوق یہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح کی توجہ اور دعاؤں کے باعث مستورات میں بہت بڑھ گیا ہے۔ قرآن مجید کے درس کے بعد پھر عورتوں میں اچھی استعداد کی بیبیاں بخاری پڑھتی ہیں اس سے فارغ ہو کر مستورات اور بچوں کے علاج کیطرف توجہ ہوتی ہے۔ اور گھر ہی میں انکو طبی مشورہ دیتے ہیں۔ وہاں سے فارغ ہو کر باہر تشریف لاتے ہیں اور مریضوں کو دیکھتے ہیں یہ سلسلہ ۱۰ بجے تک جاری رہتا ہے ان سے فارغ ہو کر طب پڑھنے والے طالبعلموں کو طبی درس دیتے ہیں۔ طب کے درس ہی میں ڈاک کے خطوط بھی پیش ہوتے جاتے ہیں اور ان کے جوابات بھی دیئے جاتے ہیں۔ اس درس سے فارغ ہو کر آپ کھانا کھانے بیٹھتے ہیں۔ کھانیکے وقت پر پھر ایک درس قرآن مجید کا ہوتا ہے چند نوجوان قرآن مجید کا ترجمہ آپ سے پڑھتے ہیں۔ یہ قیاس کر لینا سہل امر ہے کہ کھانا کسقدر کھایا جاتا ہوگا جبکہ آپ پڑھانے میں مصروف رہتے ہیں۔ چونکہ آپ کی غذا کلام الٰہی ہے بس اس سے لطف اٹھاتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید کے اس درس سے فارغ ہوتے ہی اذان ظہر ہوتی ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر ایک وسیع حلقہ درس بخاری کا ہوتا ہے اور یہ سلسلہ عصر تک جاری رہتا ہے۔ عصر سے فارغ ہوتے ہی کوئی اخبار عربی کا یا کوئی اور ہاتھ میں آگیا تو پڑھ کر بڑی مسجد میں قرآن مجید کا ایک عام درس ایک رکوع کا ہوتا ہے۔ یہ درس جیسا کہ سب لوگ جانتے ہیں ایک وسیع لیکچر ہوتا ہے۔ اور قرآن مجید کا جیسا عام اسلوب ہے کہ ہر رکوع میں مختلف امور پر ہدایات دیتا ہے آپ کے درس میں ہر مرض کے مریضوں کے لئے نسخہ شفا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کا یہ درس مغرب تک ہی رہتا ہے اس سے فارغ ہو کر نماز مغرب ادا کرتے ہیں اور نماز مغرب کے بعد قرآن مجید کا ایک درس لڑکوں کو دیتے ہیں۔ کیونکہ عبد الحی اپنے بچے کو قرآن مجید پڑھاتے ہیں ابتداً تو یہ درس عبد الحی ہی کا تھا مگر رفتہ رفتہ یہ بھی ایک عام درس ہو گیا۔ طالبعلموں کے بعد دوسرے لوگ بھی شامل ہونے لگے ہیں یہ درس بھی بہت وسعت سے ہوتا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس درس کا طریق حضرت نے ایسا رکھا ہے کہ بچے اس سے خوب استفادہ کر سکتے ہیں۔ طریق استدلال ان کی استعداد کے موافق ہوتا ہے۔ پھر ایک اور درس قرآن مجید ہی کا ہوتا ہے یہ درس فارغ التحصیل لوگوں کے لئے ہوتا ہے یہ مختصر سا انضباط اوقات حضرت خلیفۃ المسیح کا ہے اسی سلسلہ میں مناسب ہے کہ آپ کی زندگی کے چند عجیب واقعات میں ناظرین کو حیات نور (خلیفۃ المسیح کی لائف مرتبہ ایڈیٹر الحکم) میں سے

نور کو ایک کیمیا کا نسخہ کما لینے کیسا لگا

ابھی آپ بچے تھے اور تعلیم کے لئے گھر سے باہر نہ گئے تھے بھیرہ ہی میں ایک کیمیاگر آیا جس کا پوتا حضرت خلیفۃ المسیح کے کنبہ میں پرورش پاتا تھا اس نے آپ کو بچہ سمجھ کر آپکو پھسلانا چاہا اور سلسلہ گفتگو اس طرح سے شروع کیا کہ چونکہ تمہارے خاندان نے میرے پوتے پر بڑا احسان کیا ہے ان کی تعلیم اور اخراجات کو برداشت کیا ہے اس احسان کے بدلے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ ایک خاص احسان کروں۔ اور وہ یہ ہے کہ تم کو کیمیا کا نسخہ سکھا دوں تم صرف ایک چونی لے آؤ۔ ایک بچہ کیمیاگروں کے ہتھکنڈوں سے کیا واقف ہو سکتا ہے جبکہ بڑے بڑے آدمی مغالطہ کھا جاتے ہیں مگر اس بچہ کی فراست اور دانش کو دیکھو جو کل ایک قوم کا باپ بننے والا تھا اس کیمیاگر کی باتوں کو سُن کر آپ سیدھے اپنے والد ماجد کے پاس گئے اور اس قصہ کو بیان کر دیا والد ماجد کا طریق تعلیم و تفہیم بھی عجیب تھا وہ کہہ سکتے تھے کہ سب باتیں فضول اور جھوٹی ہیں مگر نہیں انھوں نے یہ مناسب سمجھا کہ نور کو (کیونکہ محبت کی وجہ سے کنبہ میں آپ اسی نام سے پکارے جاتے تھے) کیمیاگروں کی حقیقت سے ایسے طور پر واقف کرا دیں کہ ہمیشہ کیلئے اس بدمعاشی سے وہ باخبر ہو جاوے۔ انھوں نے کہا کہ چونی کی تو کیا بات ہے روپیہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ مگر تم ایک بات کرو۔ اس کیمیاگر کو جا کر یہ کہدو کہ تم مجھے کروڑوں روپیہ بنانے کا نسخہ بتلاتے ہو۔ اس کو رہنے دو صرف اتنا کرو کہ دس ہزار روپیہ بنا کر دیدو یہ بہتر ہے۔ دس ہزار سے پھر دولت خود بڑھ جائیگی۔

ادھر کیمیاگر خیالی پلاؤ پکا رہا تھا کہ اچھا شکار ہاتھ آیا ہے۔ اگر یہ بچہ میرے قابو میں آگیا تو بس خوب ہاتھ رنگینگے۔ اس کی محسن کشی بھی دیکھئے کہ پوتا ان کے گھر میں پرورش پا رہا ہے اور وہ ان کے ہی لوٹنے کے سامان کر رہا ہے۔ غرض یہ بڑی خوشی سے اس کے پاس پہنچے اور اسکو امید تھی کہ ایک چونی لیکر اپنی چالاکی سے نور کو گرویدہ کرونگا۔ مگر وہاں کچھ اور ہی گل کھلنے والا تھا نور نے وہی نسخہ جو اپنے اباجی سے سراب کیمیا سے نجات پانے کا سیکھا تھا اس کے سامنے رکھدیا اور کیمیاگر کو اس مشکل سوال کے حل کرنے کیطرف متوجہ کیا کہ آپ صرف دس ہزار روپیہ بنا دیں میں نسخہ نہیں سیکھتا اب کیمیاگر کی آنکھیں کھلیں اور وہ حیران و سرگرداں رہگیا۔

کچھ بھی جواب تو اسے بن نہ آیا۔ اس دس ہزاری تجربہ نے ہمیشہ کے لئے آپ کے دل میں کیمیاگری (جس سے مراد سونا چاندی بنانا ہے) سے نفرت ڈالدی۔ ازاں بعد اس کے پوتے سے آپ نے ذکر کیا تو وہ چونکہ ایک دیندار خاندان میں رہ کر ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کو سمجھ چکا تھا اس نے اپنے دادا کیمیاگر کے ہتھکنڈوں سے آپ کو آگاہ کیا کہ یہ بڑا ہی فریبی اور مکار انسان ہے۔ اور اس کے لبتہ میں سے ان چالاکیوں کے کارنامے دکھائے۔ غرض یہ واقعہ تو آپ کی ابتدائی عمر کا ہے جب ابھی آپ الھڑ تھے اس تجربہ نے آئندہ زندگی میں اس خطرہ سے محفوظ کر لیا جو کیمیاگروں کے لباس میں مال پر آتا ہے۔ لیکن جب آپ کو قرآن مجید پر غور کرنے کا مذاق پیدا ہوا اور آپ صحیفہ قدرت میں خدا کی دی ہوئی آنکھوں اور دل و دماغ سے مشاہدہ اور فکر کرنے لگے تو آپ نے دیکھا کہ جو چیز انسان بناتا ہے وہ خدا نہیں بناتا۔ اور جو خدا بناتا ہے وہ انسان نہیں بنا سکتا۔ انھوں نے دیکھا کہ گیہوں خدا کی پیدا کردہ چیز ہے اس گیہوں سے انسان روٹی بناتا ہے۔ خدا تعالیٰ روٹی نہیں پکاتا۔ کپاس تو خدا تعالیٰ پیدا کرتا ہے کپڑے نہیں بناتا۔ اسی سلسلہ غور و فکر میں آپ دور نکل گئے۔ یہانتک آپ اس نقطہ پر پہنچے کہ سونا اور چاندی تو خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ چیز ہے پھر انسان اسے کیونکر بنا سکتا ہے؟ یہ محض غلط اور بیہودہ خیال ہے اور کیمیاگری ایک دھوکہ محض ہے۔ یہ جدا امر ہے کہ دو مختلف چیزوں کو ترکیب دیں۔ اس سے ایک تیسری شے اور خواص کے ساتھ طیار ہو جاوے۔ یہ تو کیمسٹری کے عجائبات ہو سکتے ہیں اور ہیں۔ مگر یہ غلط کہ کوئی سونا چاندی بنا سکے یہ مشاہدہ اور یہ فکر آپ کو قرآن مجید کی اس آیت سے پیدا ہوا تھا

هو الذی جعل لكم ما فی الارض جميعا

کہ جو کچھ دنیا میں ہے وہ خدا تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ بس اور کوئی نہیں بنا سکتا۔ یہ تجربہ اور علم آپ کا عمر کے ساتھ ساتھ وسیع ہوتا گیا۔ یہانتک کہ آپ نے یہ خیال سنا کہ حضرت مسیح چمگادڑ بنا دیا کرتے تھے۔ اس موقعہ پر پھر اس آیت نے آپکی رہنمائی کی اور بتایا کہ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو چیز خدا بناتا ہے وہ انسان بنا ہی نہیں سکتا۔ پھر مسیح کے چمگادڑ بنانا کیوں درست ہو۔

یہ فیصلہ آپ نے پہلے ہی کر لیا ہوا تھا۔ خلیفۃ اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور خدا کا فضل آپ کو لے آیا۔ ایک زمانہ گذرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب مسیح ہو کر ظاہر ہوئے اور آپ کی توجہ حضرت مسیح کے معجزات وغیرہ پر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود پر ان آیات کی تفسیر کا انکشاف کیا۔ یہ خیال کریں کہ نور کتنا خوش ہوا ہوگا جب اسے اپنے امام کے منہ سے ان جدید انکشافات کو سنا جو خدا تعالیٰ نے اس پر ظاہر کئے تھے۔ مگر نور کو خدا تعالیٰ نے اس نکتہ معرفت تک پہلے ہی پہنچایا تھا۔ اسطرح وہ چونی کا نسخہ کیمیا قیمتی ثابت ہوا کیمیاگر نے فی الحقیقت آپکو ایک کیمیا کے نسخہ کیطرف متوجہ کر دیا

نور چوپان کا غلام بنکر جیت گیا

جب نور کو طب پڑھنے کا

شوق ہوا تو اسکو تحقیق کے بعد لکھنؤ کے ایک نامی گرامی طبیب حکیم علی حسین صاحب مرحوم کا پتہ چلا مگر لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ان کے ہاتھ میں شفا نہیں۔ نور کی طبیعت غور کن واقع ہوئی تھی اسباب پر غور کرتے ہوئے وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان کے پاس مدقوق مسلول مجذوم اور ذیابیطس کے مریض آخری حالت میں جاتے ہیں ایسے بیماروں کے علاج میں ایسی حالت میں کامیابی کی کم امید ہونی چاہیئے مگر یہ ان کے کمال کا ثبوت ضرور ہے چنانچہ نور یہ فیصلہ کرکے کہ لکھنؤ جاکر طب پڑھیں چلدیا۔ مراد آباد۔ کانپور ہوتے ہوئے لکھنؤ پہنچا۔ سخت گرمی کا موسم گرد و غبار نے نور کی جو حالت بنا دی ہوگی وہ ان لوگوں سے مخفی نہیں ہوسکتی جنہوں نے اس کے طویل قد اور بھرے ہوئے چہرہ کو دیکھا ہے اور جو جانتے ہیں کہ اب بھی چند قدم چلکر پیاس محسوس کرتا ہو جوانی کے ایام میں جس شان کا یہ انسان ہوگا وہ اس کے موجودہ قویٰ کو معلوم ہو سکتا ہے۔ غرض راستہ کی گرد و غبار نے ہیئت میں ایک عجیب شان پیدا کردی تھی اعلیٰ کی قدرتی سادگی اس پر راستہ کے گرد و غبار نے اور بھی رنگ دیا اور یہ کہنا ایک وقائع نگار کے لئے اس وقت داخل گستاخی و بے ادبی نہیں ہوسکتا کہ نور اسوقت عجب ہیئت کی حالت میں حکیم صاحب کے مکان میں جا گھسا اور ایک بڑے ہال میں دیکھا کہ اس میں ایک فرشتہ خصلت دلربا حسین سفید ریش نہایت سفید کپڑے پہنے ہوئے ایک گدیلے پر چار زانو بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے پیچھے ایک نفیس تکیہ اور دونوں طرف چھوٹے چھوٹے تکیے اور سامنے پاندان اگالدان۔ خاصدان قلم دوات کاغذ دھرے ہوئے ہیں اور ہال کے کنارہ کنارہ جیسے لوگ التجا میں بیٹھے ہوتے ہیں بڑے خوشنما چہرے قرینے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ لکھنؤ تکلفات کا گھر انڈیا کا پیرس اور وہاں کے ایک رئیس اور مرجع خلائق کا دربار۔ اس میں نور جس ہیئت سے داخل ہوا وہ اس کے سوا کیا تھی کہ چہرہ گرد آلود اور گھٹنوں تک گرد راہ جمی ہوئی مگر وہ جس دلیری اور جرأت سے اندر گیا اس نے انڈیا کے پیرس کے اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو حیران کردیا کیونکہ اس وقت حکیم صاحب کی مجلس میں وہ لوگ تھے جو لکھنؤ کے عمائد تھے۔ گو نور کو پہلے پہل اس نظارہ کو دیکھ کر حیرت ہوئی مگر اس نے اپنا بستہ دروازہ میں داخل ہوتے ہی رکھ دیا اور اپنے گرد آلود پاؤں سے سفید چاندنی پر نقش بناتے ہوئے حکیم صاحب کیطرف بڑھتا چلا گیا اور بے تکلف ان کے پاس جاکر زور سے کہا "السلام علیکم"۔ لکھنؤ میں جہاں السلام علیکم کی آواز بالکل نرالی اور غیر مانوس تھی اور پھر حکیم صاحب کے دربار میں جہاں اہل غرض اور اہل حاجت آکر آداب عرض۔ مجرا عرض اور کورنش اور تسلیم کے سوا نہ بولتے تھے یہ آواز اسی طرح گونجی جسطرح کہ میں پہلی مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کی آواز گونجی ہوگی۔ حکیم صاحب نے جواب دیا یا نہ دیا نور نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ جس پر حکیم صاحب کو مصافحہ کرنا پڑا مصافحہ کرکے اور اس سلسلہ اور ترتیب نشست کی پرواہ نہ کرکے نور وہیں دوزانو بیٹھ گیا۔ حاضرین مجلس ان حرکات پر جن خیالات میں غرق ہونگے وہ ناظرین سوچیں۔ ایک صاحب لکھنؤ کے خاص عمائد و اراکین میں سے تھے متردد ہوکے اور بولے کہ

آپ کس مہذب ملک سے تشریف لائے ہیں؟

نور نے اس کی چنداں پرواہ نہ کی مگر جواب دینا ضروری تھا جوانی کی ترنگ میں دزدیدہ نگاہ سے کہا

یہ بے تکلفیاں اور السلام علیکم بے تکلف آواز وادی غیر ذی زرع کے امی اور بکریوں کے چرواہے کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

پس یہ آواز کیا تھی ایک بجلی کا کڑکا تھا اس نے حاضرین پر جو اثر ڈالا ڈالا مگر حکیم صاحب پر تو وجد طاری ہوگیا۔ پھر وہاں کیا واقعات پیش آئے یہ تو ایک دلچسپ اور لمبی کہانی ہے جو ناظرین حیات نور ہی میں پڑھینگے مگر اتنا ہم ابھی بتا دیتے ہیں کہ وادی غیر ذی زرع کے امی چرواہے فداہ ابی و امی کا غلام ہوکر نور وہاں جیت گیا اور حکیم صاحب کا منظور نظر بن گیا۔ اور مرجع خلائق ہے۔

شیخ غلام محمد صاحب مالک وکیل کی وفات

شیخ غلام محمد صاحب کی وفات مجھے بھی شک نہیں کہ "موت عالم موت عالم" کی مصداق ہورہی ہے اسلامی ہند میں شیخ صاحب کی وفات کو ایک قومی صدمہ قرار دیا گیا ہے مرنیوالا مرگیا اور اپنے بہت سے رونے والے دل چھوڑ گیا شیخ صاحب ایک باخلاق اور صوفی منش بزرگ تھے۔ وہ ایک مخلص دوست اور امین مشیر تھے قومی کاموں کے ساتھ انھیں بیحد دلچسپی اور آزادی رائے زنی ان کا شیوہ تھا۔ ایڈیٹر الحکم کو اسوقت سے جبکہ اخبار وکیل کا پہلا نمبر شائع ہوا شیخ صاحب سے نیاز حاصل تھا۔ اور ایڈیٹر الحکم کے قیام امرتسر میں انھوں نے بارہا چاہا کہ وہ وکیل میں کام کرے جبکو میں نے اپنے ایک خاص خیال کی بنا پر شکریہ سے نامنظور کیا تاہم اکثر قومی معاملات میں ان سے گفتگو ہوتی اور وہ حق کی حمایت کیلئے اپنی رائے چھوڑنے کو طیار رہتے۔ تین احمدی اہل قلم وقتاً فوقتاً وکیل کے ایڈیٹوریل سٹاف کی زینت رہے ہیں اگرچہ وہ احمدی تھے مگر ہمارے سلسلے کے کام سے انھیں ہمیشہ محبت رہی گو افسوس ہے کہ بعض وقت ان کی اطلاع و علم کے بدون وکیل میں سلسلے کے خلاف مضامین بھی نکل گئے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جو آرٹیکل وکیل میں لکھا گیا تھا اس نے سب کی تلافی کردی ایسے بے لاگ لوگ قوم کے لئے مفید اور بابرکت وجود ہوتے ہیں وکیل اور وکیل ٹریڈنگ کمپنی اور انجمن ترقی تعلیم کے ذریعہ جو قومی کام انھوں نے کیا ہے وہ کبھی بھول نہیں سکتا اس وقت بجز اس کے کہ مرحوم کے لئے دعائے خیر کریں اور ہمارے اختیار میں کیا ہے شیخ صاحب نے اپنا ورثہ اخبار وکیل اور وہ قومی کام (جو انھوں نے) شروع کر رکھے تھے چھوڑے ہیں انکی سرپرستی کرنا قوم کا فرض ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ شیخ صاحب کے ورثا وکیل کو قائم رکھنے کیلئے کیا کرینگے مگر میرے خیال میں اگر لاہور کے اخبار ملت اور وکیل کو ملاکر "وکیل ملت" نام سے اسکو قائم رکھا جاوے اور شیخ غلام محمد کی بجائے مولوی شجاع اللہ صاحب کو جو پہلے بھی وکیل کے ایڈیٹر عرصہ تک رہ چکے ہیں مینجنگ پروپرائٹر تجویز کردیا جاوے تو خدا کے فضل سے وکیل اور ملت کا اتحاد بہتر نتیجہ پیدا کرنے کی امید رکھتا ہے وکیل کے ایڈیٹوریل سٹاف یا موجودہ نظام میں کسی تبدیلی کی قطعی ضرورت نہیں البتہ اسکا جدید دور "وکیل ملت" کو روزانہ کی شکل میں بدل دیا جاوے کیونکہ مسلمانوں کے لئے ایک بہترین روزانہ اخبار کی ضرورت بدستور موجود ہے موجودہ روزانہ اخبار جو کچھ بھی کام کر رہے ہیں وہ بجائے خود اچھا ہے مگر یہ ایک مسلم بات ہے کہ وہ بات جو ایک قومی اخبار میں ہونی چاہیئے اسکی ضرورت ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ میرا اس رائے کو وکیل یا ملت کے ایڈیٹر صاحبان کس نظر سے دیکھینگے لیکن یہ محض نیک نیتی سے ہے۔ قومی ضرورت کو ان لوگوں کے سامنے رکھا ہے

اسلامی اوقاف اور متولی اوقاف

مندرجہ بالا عنوان سے ذیل کا مضمون معزز ہمعصر المشیر نے (جس کا اعلان الحکم میں دوسری جگہ درج ہے) نہایت قابلیت سے لکھا ہے۔ جس کو میں نہایت عزت سے نقل کرتا ہوں۔ ایڈیٹر

دنیا میں جسقدر اہم اور وقیع چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اور ان سے تعلقات دین و دنیا میں استناد و استدلال حاصل کیا جاتا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ اہم و وقیع سب سے زبردست اور قوی۔ سب سے بہتر و مرجع خلائق۔ ہر طبقہ۔ ہر گروہ اور ہر فرقہ میں بلکہ حکومت و سلطنت کی عدالت عالیہ تک جو شے سمجھی جاتی ہے۔ اور جس پر دین و دنیا کے تمام امور موقوف ہوتے ہیں۔ وہ "انسانی نیت" ہے۔ نیت کے متعلقات میں جسقدر چیزیں داخل ہیں۔ ان کا شمار و احصار انسانی طاقت سے برتر و بالا ہے۔ مختصر یہ کہ دنیا و دین کا کوئی کام خواہ اس کا تعلق انسانی اعضاء سے ہو یا اندرونی طاقت سے۔ نیت کے اثر سے خالی نہیں۔

نیت کا خیال اور نیت کا لحاظ جرائم کے ارتکابات افعال انسانی اعمال دین۔ اور تمدن و معاشرت کے تعلقات میں یکساں اور برابر کا ہے۔ اگر انسان کی نیت پاکیزہ ہے۔ دل میں خلوص ہے۔ تو ناروا ارتکابات۔ ناشائستہ حرکات کا صدور فعل اختیاری نہ سمجھا جائیگا۔ اور ایسا شخص جس نے اس قسم کے ارتکابات کئے ہوں۔ اپنے ضمیر کی پاکیزگی سے قابل عفو سمجھا جائیگا

نیت انسانی زندگی کا وہ آلہ ہے۔ جس پر دین و دنیا کے تعلقات موقوف اور انسانی زندگی کا انحصار ہے اور جو انسانی حیثیت و حالت اور کیفیت میں آن کی آن میں انقلابات پیدا کرکے کچھ سے کچھ بنا دیتی ہے۔

انسانی زندگی کی پاکیزگی اور ناپاکی کا حال اس کی نیت سے کیا جاسکتا ہے۔ اور نیت ہی وہ چیز ہے۔ جو اشیاء کی حالت و حیثیت کو کچھ سے کچھ بنا دیتی ہے۔ حدیث مستند اور مشہور ہے۔

انما الاعمال بالنیات

یعنی اعمال (و افعال) کا دارومدار نیت پر ہے۔

اسلام کے اس زریں مقولہ پر جسقدر جواہرات نثار کئے جائیں بجا ہے۔ حقیقت میں نیت انسانی زندگی کی پالیسی کا صحیح ترجمان ہے۔ اور اسی خیال و لحاظ سے گورنمنٹ کی عدالتوں میں احکام کا نفاذ انسانی نیت پر موقوف رکھا گیا ہے۔ اور نیت ہی کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اسلام میں جسقدر احکام ہیں۔ خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے۔ کم و بیش سب نیت پر موقوف ہیں۔ اور تمام کاموں میں اسلام نے نیت کو حکم ٹھہرایا ہے۔

اسلام کے معاملات میں جن احکام کا تعلق خالص نیت سے ہے۔ وہ اگرچہ کثیر التعداد ہیں۔ لیکن ہم اس وقت صرف "مسئلہ وقف" پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

"وقف" وہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو اپنے ملک سے نکال کر اللہ کو اس کا مالک کردے۔ اور نفع اس کا جس شخص یا جس شئے پر وقف کرنے والا چاہے خرچ کرے۔ جس وقت یہ معاملہ بجمیع شرائط

پورا ہو جائے - اُس وقت لازم ہو جاتا ہے - اور اس سے رجوع جائز نہیں ہوتا - اور نہ اس میں سے وارثوں کو کچھ مل سکتا ہے - وقف کے معاملہ میں چار چیزیں ہوتی ہیں - جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

(۱) واقف یعنے وقف کرنے والا -

(۲) شئے موقوفہ -

(۳) غرض وقف -

(۴) مستحقان وقف یعنے منافع کے مصرف -

شئے موقوفہ جس نفع کے لئے وقف کی گئی ہو - دوسرے نفع میں صرف نہیں ہو سکتی - اگرچہ دوسرے مصرف اس سے اعلیٰ و بہتر ہو - اور نہ غیر مستحقان وقف پر صرف کی جا سکتی ہے -

وقف کا متولی اگر واقف خود بننا چاہے تو بن سکتا ہے لیکن اُس کا فرض ہے کہ شرائط وقف کو ملحوظ رکھے اگر وہ اور اسی طرح کوئی دوسرا متولی شئے موقوفہ اور مصرف و مستحقان وقف کے منافع میں خیانت کرے ... تو بموجب حکم شرع حاکم وقت یا جماعت مسلمین ایسے متولی کو معزول کر سکتے ہیں -

معاملات وقف میں ہماری گورنمنٹ برطانیہ کا عملدرآمد اسی قانون پر ہے - جس کا مختصر بیان کیا گیا ہے - لیکن ہم تعجب اور افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں - کہ ہندوستان میں اسلامی اوقاف کی جو بُری حالت ہو رہی ہے - اور جس ظالمانہ دستبرد سے اشیاء موقوفہ کے نفع کو [illegible] مصرف میں خرچ کیا جاتا ہے - وہ بہت کچھ توجہ کے قابل اور لائق حیرت و حسرت ہے -

اوقاف کے متولی

جس طرح اشیاء موقوفہ پر قابض ہیں - اور اُن کے نفع کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے سے دور رہتے ہیں - اس پر نظر ڈالتے ہوئے بیساختہ اسلام کی نازک حالت پر رحم آتا ہے - ہر چند کہ ہم اسلام کے نام لیوا ہیں - اور مسلمانوں سے ہمارے تعلقات مذہبی ہیں لیکن ہماری کمزوریاں اور ہماری [illegible] ہم کو اس رشتہ اخوت کے قابل نہیں سمجھتی جو اسلام نے ہمارے لئے قرار دیا تھا -

ابتک تو یہ خیال تھا کہ مسلمانوں کے اعمال و افعال متعلق مذہب ہی اس قدر خراب ہو گئے ہیں - کہ وہ صحیح طور پر مسلمان سمجھنے کے قابل نہ رہے - دینی ہمدردی اور مذہبی ارکان کی ادائیگی کا جوش مسلمانوں میں سے جاتا رہا ہے - اور اب وہ مذہب سے دور اور اُن کے اعمال و افعال مذہبی زندگی سے قطعی جداگانہ ہیں - لیکن جب ہم مسلمانوں کے معاملات پر نظر ڈالتے ہیں - تو وہ سب سے زیادہ خراب بدتر اور کمزور پائے جاتے ہیں - اور بیساختہ زبان سے یہ نکل جاتا ہے کہ مسلمانوں کی زندگی تمام اقوام دُنیا میں ہر پہلو سے ایک تاریک و بدتر زندگی ہے حقوق اللہ کی ادائیگی تو اسلامی دُنیا میں جس سرد مہری سے کی جاتی ہے - [illegible] سے مخفی نہیں اور مسلمانوں کی جسقدر تعداد اس پر کاربند ہے [illegible] وہ بھی ظاہر و باہر - لیکن حقوق العباد کا خیال میں جتنی بے پروائی و بے توجہی ہے وہ سب سے زیادہ ہے اور یہ مجموعی حالت و کیفیت اس امر کا صحیح اندازہ ہے کہ آج جو تباہی اسلام [illegible] مسلمانوں پر ہے - وہ مسلمانوں کے ہاتھوں کا نتیجہ ہے - مسلمانوں کے معاملات اسقدر تاریک و کمزور ہیں کہ دُنیا اور دین کا کوئی کام صحیح اصول پر نظر نہیں آتا - معاملات قرض تہہ پیچ میں ان کی بے اعتباری اقوام دُنیا میں مشہور ہے تجارتی کاروبار میں ان کے سب سے پیچھے رہنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان کے تعلقات تجارت میں معاملہ کا پہلو نہایت خراب ہوتا ہے - اور تجار اعتبار متعلق لین دین سے قابل ان کو نہیں سمجھا جاتا -

غرض معاملات جس پہلو پر نظر ڈالی جائے - مسلمانوں کی کمزوری کا صفحہ نہایت روشن و رزتر نظر آئیگا اور صحیح معاملہ کا حصہ نہایت تاریک و خراب -

معاملات وقف میں بھی مسلمانوں کا یہی حال ہے - ہر چند کہ

وقف حقوق اللہ میں داخل ہے

لیکن اس کی تولیت میں جسقدر بدعنوانیاں کی جاتی ہیں - وہ ایک سچے مسلمان سے دیکھی نہیں جاسکتیں -

اوقاف کے متولی عموماً لالچی اور حریص ہو جاتے ہیں - اور شئے موقوفہ کو کبھی صحیح مصرف پر خرچ نہیں کرتے - بلکہ جہانتک ہمارے تجربہ اور مشاہدہ میں آیا ہے - اوقاف کے متولی شئے موقوفہ کے نفع کو اس طرح صرف کرتے ہیں - کہ وہ صرف درحقیقت صرف ہی نہیں ہوتا بلکہ اپنا ذاتی نفع ہوتا ہے جس کی چند صورتیں حسب ذیل ہیں -

(۱) شئے موقوفہ کے نفع کا مصرف وقف کرنے والے کی غرض سے علیحدہ کرکے غیر مصرف میں خرچ کرتے ہوئے رشتہ داروں عزیزوں - دوستوں کو اس سے نفع پہنچانا -

(۲) خود اپنی ذات پر خرچ کرنا -

(۳) آئندہ زندگی کی بہترین صورت بنانے کے لئے وقف سے کچھ ایسے ذرائع پیدا کرنا جو متولی خاص کے لئے مخصوص ہو جائیں -

(۴) مصارف کی فرضی تعداد سے اپنی جیب بھرنا -

خیر یہ تو وہ صورتیں ہیں - جن کی ظاہری نمود و شان کچھ نہ کچھ پائی جاتی ہے - سیکڑوں موقوفہ ایسے ہیں کہ شئے موقوفہ پر متولی بالکل قابض ہیں - اور اس کے نفع کو اپنی ذاتی ملکیت خیال کرتے ہیں -

تجربات سے یہ بات معلوم ہوئی ہے

کہ چونکہ اوقاف کے متولی عموماً وقف کرنے والے کے رشتہ دار یا وارث ہوتے ہیں - اس لئے وہ شئے موقوفہ کو عموماً اپنی ملکیت خیال کرتے اور چند روز بعد اُس پر مالکانہ قبضہ کر لیتے ہیں اور بسا اوقات اُس ناجائز قبضہ سے وہ موقوفہ شئے متولی کے قبضہ میں نیلام ہو کر برباد ہو جاتی ہے - اوقاف اسلامی کی جو آج جو ناگوار حالت ہے - وہ ایک سچے ہمدرد اسلام سے دیکھی نہیں جاتی - متولیوں کی تاریک زندگی اوقاف پر مالکانہ قابض ہے اور اُس وقف کا منافع وقف کرنے والے کے منشاء کے خلاف صرف میں آ رہا ہے کیا اس سے بدتر کوئی صورت ہو سکتی ہے؟ ہر چند گورنمنٹ عالیہ نے محکمہ اوقاف قائم کرکے اوقاف کے متعلق بہت کچھ حفاظت و نگہداشت کی کوشش کی - لیکن ابھی تک اوقاف اسلام کی وہی بُری حالت چلی جاتی ہے - نہ اوقاف کی پوری طرح سے دیکھ بھال ہے اور نہ یہ تحقیقات کی جاتی ہے کہ اوقاف کے متولی اس کے نفع کو کیونکر صرف کرتے ہیں -

ورنہ بیس نہیں بلکہ سیکڑوں نظیریں ہمارے سامنے ایسی پیش ہیں کہ اوقاف درحقیقت اوقاف ہی کی صورت سے نکل گئے - اور متولی کے مالکانہ قبضہ میں ہیں - لیکن اُن کی طرف نہ تو اہل اسلام کو توجہ ہے اور نہ ہمدردان اسلام گورنمنٹ عالیہ کو توجہ دلاتے ہیں -

گورنمنٹ عالیہ

کو اوقاف اسلامی کی سخت حفاظت کرنی چاہئے اور نہ صرف حفاظت بلکہ ان کو اپنی تولیت میں لیکر وقف کنندہ کے منشاء کے مطابق اُن کا نفع صحیح مصرف میں خرچ کرنا چاہئے - اوقاف کا سلسلہ ہر چند کہ اب روز بروز کم ہوتا چلا جاتا ہے اور جو کچھ اوقاف موجود ہیں - وہ متولیوں کی بدعنوانیوں سے [illegible] درہن کی بدولت عنقریب دوسرے ہاتھوں میں چلے جانے والے ہیں - لیکن اگر گورنمنٹ عالیہ نے توجہ فرمائی - تو اوقاف کی صورت و کیفیت میں جان پڑ سکتی ہے - اور اُن کا انتظام وقف کرنے والے کی نیت کے موافق ہو سکتا ہے -

وقف جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں - خدا کی ملکیت یا حق اللہ ہوتا ہے اور حق اللہ میں مداخلت یا اُس کا رہن و بیع اور نیلام یا اپنے قبضہ و تصرف میں رکھنا شرعاً و قانوناً ہرگز جائز نہیں ہے - اگرچہ وقف کرنے والے نے وقف کرنے کی حالت میں ایسی شرائط سے وقف کو مقید کیا ہو - جن میں بیع - رہن یا ہبہ کرنے کی خواہش پائی جاتی ہو -

غرض قانون شرعی سے

وقف شدہ شئے کا بیع - رہن اور ہبہ ہرگز صحیح نہیں ہے - لیکن ہم دیکھتے ہیں - کہ مسلمانوں کی عدم توجہی سے سیکڑوں بلکہ ہزاروں اسلامی اوقاف متولیوں کی شرارت و بدعنوانیوں سے قرضہ میں نیلام ہو گئے یا اُنہوں نے بیع کر دیئے -

ہمدردان اسلام آپکا فرض ہے - کہ اپنے اوقاف کی حالت پر رحم کھائیں اور اُن کو نفس پرست متولیوں کے مالکانہ قبضہ سے نکال کر گورنمنٹ کے انتظام میں دیدیں تاکہ وقف شدہ شئے محفوظ رہ سکے اور اس کا نفع صحیح مصرف میں صرف ہو -

اضلاع روہیلکھنڈ اور خاص مراد آباد میں جسقدر اوقاف ہوں اور اُن کی حالت ناگفتہ بہ ہو تو ہمیں اُس سے مطلع فرمایا جائے تاکہ بقدر امکان ہم اُن کی حفاظت و نگہداشت کا انتظام کر سکیں اور ان کو متولیوں کے ناجائز ہاتھوں سے بچا کر ان کا نفع صحیح مصرف میں لگائیں - امید ہے کہ ہمدردان اسلام اور گورنمنٹ عالیہ اس تحریر پر ضرور توجہ فرمائینگے - اضلاع روہیلکھنڈ میں خاص اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے مناسب ہے کہ ضلع وار ایسی انجمنیں قائم کی جائیں - جو تمام موقوفہ کی آمدنی اور اُن کے صحیح مصرف کا اندازہ کرتے رہیں - اس موقع پر ہم اپنے ضلع مراد آباد کے غیور اور باحمیت مسلمانوں کو خاص طور پر متوجہ کرتے ہیں - اور اکابران اور عمائدین ضلع مراد آباد سے متوقع ہیں کہ وہ اپنے حمیت دینی کو حرکت دیکر کم سے کم اپنے ضلع کے اوقاف کے اہتمام کی جانب توجہ فرمائیں گے - آئندہ سے انشاء اللہ تعالیٰ ہم ضلع و خاص شہر مراد آباد کی موقوفہ جائیدادوں اور اُن کے متولیوں کے دست برد کے متعلق فہرستیں شائع کرنے کا اہتمام کریں گے - امید ہے کہ تمام واقفکاران حال ہماری توسیع معلومات میں ہم کو مدد دیکر عنداللہ ماجور ہوں گے + (الشیخ)

مراسلات

مرزا صاحب قادیانی کی گدی پر کوئی جھگڑا نہیں (پرکاش مطبوعہ)

۲ پھاگن سمت ۱۹۶۸ میں یہ پڑھکر کہ "اس گدی کی بابت آجکل مرزائیوں میں جھگڑا ہو رہا ہے" مجھے بڑا تعجب ہوا۔ میں کہ اس سلسلے کے مرکز میں رہتا ہوں۔ اگر اس قسم کا کوئی جھگڑا ہوتا تو اس سے ناواقف نہیں رہ سکتا۔ یہ خبر آپ کو غلط پہنچی ہے اور الحکم کی عبارت سے اگر آپ نے ایسا استدلال کیا ہے۔ تو وہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ تمام احمدی جماعت یکزبان ہوکر اپنے قول و فعل سے مولانا نورالدین کو خلیفہ اول تسلیم کرتی ہے۔ اور کسی گوشۂ قلب میں ان کے خلاف کوئی بات نہیں اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ حضرت مرزا نے اپنے متبعین اور اپنے اہلبیت کے اندر ایثار و اطاعت کی وہ سپرٹ پھونکدی ہے۔ کہ موجودہ دنیا اس کی نظیر دینے سے عاجز ہے یہی وجہ ہے کہ سیدنا مرزا کے خلف الرشید جن کی قابلیت اور اثر سے ایڈیٹر پرکاش بھی لاعلم نہیں اس خلیفہ اول کے مخلص فرمانبرداروں میں سے ہیں اور اپنی اطاعت کے اس مقام پر ہیں کہ ہم لوگوں کو دیکھ دیکھ کر ندامت آتی ہے۔ کہ ہم بھی یہ مقام پالیں۔

عبداللہ تیماپوری کا جو ذکر آپ نے کیا ہے۔ وہ اپنی ذات میں صرف اکیلا شخص ہے۔ کوئی اس کا حامی و مددگار احمدیوں میں سے بالخصوص اس دعوی میں نہیں۔ ان کی دماغی حالت درست نہیں۔ اور وہ بیچارے معذور ہیں۔ اگر لاہور کے پاگل خانے کے کسی پاگل کا یہ کہنا کہ میں تخت کا حقدار ہوں اور میں موجودہ صاحب تخت کو معزول کرتا ہوں کچھ اثر رکھتا ہے۔ اور اس پر آپ یہ نوٹ شائع کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ کے تخت پر جھگڑا۔ تو تیماپوری کے پاگلانہ دعوی پر آپ کا یہ نوٹ شائع کرنا حق بجانب ہو سکتا ہے۔

باقی رہی خلیفۃ المسیح کی تقریر جو جلسہ سالانہ پر ہوئی اُسے آپ نہیں سمجھے۔ وہ تو مریدوں میں وحدت کی روح پھونکنے اور اُن کی مذہبی زندگی کو پُرجوش بنانے کے لئے اپنی شخصیت کا اظہار ہے۔ وہ کسی جھگڑے سے تعلق نہیں رکھتی۔

میں امید کرتا ہوں کہ پرکاش کے ایڈیٹر صاحب جن کے مذہب کے اصول میں سے حق کا اظہار بھی ہے۔ ضرور میرا اس نوٹ کو درج کرکے اس غلط فہمی کی اصلاح کردیں گے۔ جو اُن کی تحریر سے پھیلنے کا احتمال ہے +

(اکمل۔ قادیان)

دُنیا کا سب سے بڑا آدمی

انگلستان کے مشہور رسالہ ریویو آف ریویوز میں یورپ کے چیدہ و سنجیدہ فاضلوں کی مجموعی رائے دُنیا کے سب سے بڑے بیس آدمیوں کی نسبت چھاپی گئی ہے۔ جو یہ ہے:۔

شکسپیر	۲۱ رائیں	کولمبس	۱۶ رائیں
جولیس قیصر	۱۴ رائیں	گٹن برگ	۱۴ رائیں
نیوٹن	۱۴ رائیں	ڈانٹے	۱۳ رائیں
ڈارون	۱۲ رائیں	سٹیفن	۱۱ رائیں
ہومر	۹ رائیں	مہاتما بدھ	۵ رائیں
ارسطو	۹ رائیں	مکائیل مصوّر	۹ رائیں
بنجمن فرنکلن	۹ رائیں	ابراہیم لنکن	۹ رائیں
حضرت موسیٰ	۸ رائیں	سقراط	۸ رائیں
سینٹ پال	۸ رائیں	واٹ	۸ رائیں
کانفوشس	۷ رائیں	شارلیمین	۷ رائیں

ناظرین نے بہت افسوس کے ساتھ پڑھا ہوگا۔ کہ اس میں دُنیا کے سب سے بڑے یعنے سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ ہماری کوتاہی۔ کوتاہیٔ قسمت نہیں سکوتاہی عمل و سعی۔ اسی ایک بات سے واضح ہے کہ ہم نے اسلام کا پیغام دُنیا میں کہاں تک پہنچایا۔ اور اپنے فرض سے کہاں تک سبکدوش ہوئے کیا سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کارنامے جو اس دُنیا کی مذہبی قومی۔ معاشرتی۔ ملکی اصلاحوں کے اعتبار سے کئے۔ ان بیس آدمیوں کی مجموعی کارروائی سے بڑھے ہوئے نہیں۔ ضرور۔ مگر یہ لوگ مذہب سے محجوب ہیں۔ اور ہم نے اپنے سردار کے کارنامے ان کے کانوں تک پہنچائے نہیں۔

احمدی قوم! میں تجھ سے مخاطب ہوں۔ تجھے صحابہؓ کی جانشینی کا دعوی ہے۔ اُٹھ۔ اور پورے جوش کے ساتھ اُٹھ کر اقطاع عالم میں پھیل خواب غفلت میں سونے والوں کو بیدار کرکے بتادے کہ

دُنیا کا سب سے بڑا آدمی

ایک ہی ہے۔ جس کا نام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور وہی مبارک وجود ہے۔ جو کیا باعتبار بادشاہ اور کیا باعتبار مقنن اور کیا باعتبار حکم اور کیا باعتبار مصلح اور کیا باعتبار سائنسدان۔ اور کیا باعتبار فصیح و بلیغ ہونے کے جامع کمالات انسانیت ہے۔

(اکمل۔ قادیان)

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ

ناظرین! مولوی عبدالرحمٰن امام مسجد کیمبھی علاقہ تنبول جو پہلے منافقانہ طور پر احمدی کہلاتا تھا۔ اب عرصہ چند ہفتہ سے مرتد ہو گیا ہے۔ اس سے تو ہم خوش ہیں کہ ایک منافق خود غرض احمدی جماعت سے الگ ہو گیا ہے۔ مگر اس نے ایک خناسانہ کارروائی یہ شروع کی ہے۔ کہ وہ اپنے ساتھ مجھے بھی شامل کرتا ہے۔ یعنے عوام کے سامنے کہتا ہے کہ میں نے احمدیت میں کچھ بھی نہ دیکھا اس لئے مرتد ہو گیا ہوں۔ مگر چونکہ عوام پر اس کے ارتداد کا کچھ اثر نہیں۔ اس لئے پھر یہ کہتا ہے کہ اگر احمدیت میں کچھ خوبی ہوتی تو محمد یمین احمدیت سے کیوں منحرف ہوکر مولوی عبداللہ چکڑالوی کا مرید بنتا وغیرہ من الهفوات اس کا مختصر جواب تو آیت عنوان کافی ہے۔ باقی کچھ یہ ہے کہ جب آپ احمدی ہی نہ تھے تو آپ کو احمدیت کی خوبیاں کیسے معلوم ہو سکتی تھیں۔ باقی میں نے جو کچھ احمدیت میں دیکھا ہے۔ وہ کوئی احمدیت کا دشمن دیکھ ہی نہیں سکتا۔ خواہ وہ اپنے مریدوں میں قطبیت یا غوثیت کا مدعی ہو میں نے کئی بار رؤیا اور کشف میں خدا تعالیٰ کو دیکھا اور اُس کا پاک کلام سُنا جو وعید اور بعض بشارات پر مشتمل تھا اور پھر اس کو پورا ہوتا بھی دیکھ لیا پھر میں نے جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی بار دیکھا اور اُن کا کلام سُنا اور پھر میں نے ملائکۃ اللہ کو دیکھا اور اُن کا کلام سُنا اور انہوں نے مجھے کھانے پینے کو ایسی غذا دی جس کا ذائقہ و اثر بعد بیداری کئی دن تک میری زبان اور جسم میں تھا اور اُن سب کا کلام مرزا صاحب کے دعاوی کی تصدیق اور تائید میں تھا۔ میں خدائے واحد لایزال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا صاحب نے خواجہ غلام فرید صاحب کے اپنے ایک منظوم خط میں یہ جو لکھا ہے ؎

ہر کہ در عہد تو من ماند جدا — میکند بر نفس خود جور و جفا

بالکل سچ اور صحیح ہے۔ پھر میں کیوں اور کس لئے اپنے آپ پر ظلم کروں۔ اس دُنیا پر جو لاکھوں حکام اور عدالتیں ہیں اور سب عدالتوں میں دو یا چار معمولی انسانوں کی شہادتوں پر ہزاروں لاکھوں فیصلے ہوتے ہیں۔ پھر کیا میرے لئے خدا تعالیٰ کی شہادت اور پھر اُس کے رسول کی شہادت اور پھر اُس کے ملائکہ کی شہادت بھی کافی نہ ہوگی۔ جو میں غلام احمدؑ کی اتباع سے منحرف ہوکر کسی اور کا پیرو بنوں گا۔ یہ تو مجھے عین الیقین سے معلوم ہو گیا ہے کہ مذہب کی پابندی کا جو نتیجہ ہوتا ہے یعنی خدا کو ملنا وہ تو احمدیت میں حاصل ہو سکتا ہے۔ پھر دوسرے کی پیروی کس غرض کے لئے اختیار کی جاوے اور جس وجہ سے مولوی عبدالرحمٰن مجھے مولوی عبداللہ کا مرید ظاہر کرتا ہے اُس کی اصلی وجہ ایک یہ ہے کہ میرے پاس مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کا ترجمۃ القرآن ہے اور اس میں بعض آیات کا ترجمہ مجھے بہت پسند آیا ہے اور کئی موقعہ پر میں عوام میں اس کی تعریف کر دیتا ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب کسی اہل حدیث سے اتفاق گفتگو ہوتا ہے سو یہ بدبخت معارض قرآن روایات پیش کرتے ہیں۔ تو پھر جب اُن کی پیش کردہ روایات پر مولوی عبداللہ والے اعتراضات کر دئے جاتے ہیں۔ تو پھر لاجواب ہوکر مجھے مولوی عبداللہ کا مرید یقین کر لیتے ہیں میں کہتا ہوں۔ اگر تمام دُنیا مولوی عبداللہ کی مرید ہو جائے تو ممکن ہے۔ مگر میں کبھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میں مذہب اسلام کی پابندی کا ثمرہ یقین کرتا ہوں۔ اس کو مولوی عبداللہ ثمرہ سفاہت و جہالت یقین کرتا ہے۔ دیکھو ترجمۃ القرآن پ صفحہ ۱۳۶۔ آیت وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون کا حاشیہ ۱ اور پارہ ۳ صفحہ ۱۵۰ وغیرہ مختلف مقامات پر۔

میں حیران ہوں کہ کشف اور الہام و رؤیا کے مدعی اکثر پابند صوم و صلوٰۃ متقی ہی لوگ ہوتے ہیں نہ کہ گمراہ تارک الصوم والصلوٰۃ وغیرہ پس اگر ثمرہ تقویٰ یہی شیطانی الہام و کشف ہوتے ہیں تو پھر انسان کو کیا ضرورت کہ ایسا کام کرے۔ جس سے ہر وقت شیطانی کلام سُنے اور شیطان ہی کو دیکھے۔ میں تو جس دن زیادہ عبادت کرتا ہوں۔ اُس دن زیادہ الہام کشف ہوتے ہیں۔ کیا مولوی صاحب میرے لئے یہ جائز ہے کہ میں عبادت الٰہی چھوڑ دوں۔ تاکہ بقول مولوی صاحب یہ شیطانی آوازیں نہ سنوں۔ میں الہامات کا منکر نہیں کہ الہام وغیرہ شیطانی نہیں ہوتے ہوتے ہیں۔ مگر رحمانی بھی تو ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ شیطان لعین تو اپنے دوستوں کو ملے بھی۔ اور اپنے مقدور کے موافق صحیح خبریں بھی سُنادے مگر جس کا نام رحمان ہے۔ وہ تو کبھی عمر بھر نہ اپنے دوستوں کے سامنے ہو سکے۔ اور نہ اُن سے کوئی بات تک کر سکے۔ کیا انبیاء و رسل علیہم السلام کے سوا دُنیا پر کبھی کوئی خدا تعالیٰ کا دوست نہیں ہو سکا جس کو خدا تعالیٰ اپنا آپ دکھائے یا اُس سے کلام کر سکے۔

کیا آیۃ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کا مصداق آدم سے لیکر تا ایندم کوئی بھی پیدا نہیں ہوا۔ پھر لاکھوں انبیاء کے بھیجنے سے کیا فائدہ نکلا۔ فتدبر ؎

بریں فہم و دانش بباید گریست

راقم

محمد یمین احمدی از داتہ۔ مانسہرہ۔ ہزارہ

اب مسلمان کیا کریں؟

خدا کا شکر ہے۔ کہ اب ایک مرحلہ پڑی ہے کہ مسلمانوں کو ان کے اصل مقصد سے آگاہ کیا جاوے۔ اور یہ فخر کی بات ہے۔ کہ اس گم گشتہ متاع کے یاد دلانے والے احمدی ہی ہیں۔ وللہ الحمد۔ معزز اخبار بدر نے اس موضوع پر ذیل کا قابل قدر مضمون لکھا ہے۔

آجکل اخبارات میں اس مسئلہ پر بحث چھڑی ہوئی ہے۔ کہ اب مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے۔ جس اخبار کو کھول کر دیکھو۔ اس میں ایڈیٹوریل اور کمیونیکیٹڈ یہی مضامین نکلے چلے آتے ہیں۔ روزانہ اخبار تو روز اپنا منصبی فرض اس مضمون پر پورا کر دیتے ہیں۔ [illegible] اخباروں کے پڑھنے کا بہت شوقین نہیں۔ مگر تبادلہ میں انبار اخباروں کا آجاتا ہے۔ کچھ انگریزی اخبار بھی آتے ہیں۔ اور ایڈیٹری کے فرائض مجبور کرتے ہیں۔ کہ کچھ دیکھ لوں۔ تو جس اخبار کو ہاتھ لگاؤ۔ اس میں یہی قصہ بھرا پڑا نظر آتا ہے۔ اسلامی پریس تو خیر۔ ہندو پریس بھی اس میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اور اینگلو ورنیکلر پریس بھی اپنی رائے دے رہا ہے۔ کوئی صاحب کہتے ہیں۔ کہ اب مسلمانوں کی پالیسی کیا ہو۔ کوئی یہ سرخی جماتے ہیں۔ کہ اب مسلمانوں کی روش کیا ہونی چاہیئے۔ کوئی فرماتے ہیں۔ ہندوؤں سے مل جاؤ۔ کوئی کہتے ہیں۔ نہیں ہندوؤں سے نہ ملو۔ پر ان کی طرح ایجی ٹیشن پھیلاؤ۔ کوئی نصیحت کرتے ہیں کہ نہیں نرمی اور [illegible] اپنے عذرات پیش کرو۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ مگر کسی سے یہ مسئلہ حل ہونے میں نہیں آتا۔

بدر کوئی پولیٹکل پرچہ نہیں۔ نہ ہمیں پالیٹیشن ہونے کا دعوے نہ ہم پالیسی قائم کرنے کے مدعی۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ کوئی ہنسے یا روئے۔ ہم تو صفائی اور سادگی سے عرض کر دیتے ہیں۔ کہ ہمیں اس فقرہ کے معنے ہی سمجھ میں **نہیں** آتے۔ کہ **اب مسلمان کیا کریں؟** کیا مسلمان اب کوئی جدید قوم بننے لگی ہے؟ کیا اسلام کسی نئے فرقے کا نام ہے؟ جس کے قواعد اور ضوابط ہنوز مرتب ہو رہے ہیں۔ اور اس کے بنانے والے چند کمزور انسان ہیں۔ جو آئے دن اڈٹوں اور کاری جنڈوں اور ترمیموں اور اصلاحوں کی بھرمار ہو رہی ہے۔ کیا اسلام کسی انسانی کونسل کی بنائی ہوئی تھیوری کا نام ہے۔ جو تثلیث کے ارتقاء کی طرح آئے دن نئے پہلو بدلنے کا محتاج ہو۔ کیا ہمارا نام مسلمان رکھنے والے نے اپنی حکومت کسی ایسے نائب کے سپرد کر دی ہے۔ جس کے کئے ہوئے کو مٹانے کے واسطے منیب کو دقتیں اٹھانی پڑیں؟ ہرگز نہیں۔ مسلمان کون ہیں؟ اور ان کو کیا کرنا چاہیئے؟ یہ سوال آج سے تیرہ سو سال قبل حل ہو چکا ہے۔ نہیں بلکہ ابتدائے آفرینش بنی نوع کے وقت ہی یہ مسئلہ طے ہو گیا تھا۔ فسجدوا۔ فسجدوا کے عمل نے دکھلا دیا ہے کہ مسلمان کیا کریں۔ پھر ابو الانبیاء علیہ البرکات کو حکم ہوا اسلم۔ فوراً جواب دیا اسلمت۔ جس نے مسلمانوں کی قوم بنائی اس نے ان کے نام کے اندر ان کی پالیسی رکھ دی (بشرطیکہ یہ لفظ پالیسی کا ایسی پاک جگہ استعمال کرنا جائز ہو) مسلمانوں کا کام ہے۔ اسلمت کہنا۔ فرمانبرداری کرنا۔ اطاعت کرنا۔ کس کی؟ خدا کی۔ اس کے رسول کی۔ امیر کی۔ قسام ازل نے ہمارا نام ابتداء سے مسلم رکھا ہے۔ ہمارا کام ہے کہ سلامتی کو پھیلانا۔ امن کو قائم کرنا۔ حکام کی اطاعت کرنا۔ اپنے امیر کی فرمانبرداری کرنا۔ اسی کا نام مسلمان ہے اور یہی مسلمان کا کام ہے۔

مسلمانو! تم غیر قوموں کی طرف نگاہ دوڑاتے ہو۔ اور ان کے پیچھے چلنا چاہتے ہو۔ اور اپنے ہادی کی ہدایت چھوڑتے ہو اس واسطے تمہیں نہ وہ حاصل نہ یہ حاصل۔ تم اپنی خوبیوں کو ترک کرتے ہو۔ اور دوسروں پر حسد کرتے ہو۔ پس تمہیں نہ یہ ملتا ہے اور نہ وہ۔ سوچو۔ اور غور کرو۔ ابتدا سے خدا نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ عرب کے ملک میں تمہاری کیا تعداد تھی۔ اور اس تعداد کی کیا ہستی تھی۔ دنیا کی کونسی قوم تھی۔ جو تمہیں مہذب خیال کرتی تھی۔ پھر تم دنیا بھر کے فاتح بنے۔ اور ان کو تہذیب سکھانے والے ہوئے۔ بتلاؤ۔ اس وقت کونسا ہتھیار تمہارے ہاتھ میں تھا۔ تمہیں یاد نہ ہو۔ تو ہم بتلاویں۔ کہ وہ

اسلام

تھا۔ جس نے ساری دنیا کو تمہارے آگے نیچا دکھایا اور وہ مسلمان تھے جو چین سے اسپین تک پھیل گئے۔ اور کوئی انہیں روکنے والا نہ ہوا۔ ہمارے اولو العزم طبیب پر تم جھنجھلائے۔ جب اس نے تمہیں کہا کہ تم میں سے اسلامی روح نکل گئی۔ اور یہ میت اب تودہ خاک ہے۔ اس پر دہ اترا گئے۔ طبیب کی بات تو تلخ لگی۔ پھر اب تو تمہارے ہی گھر سے نوحہ خوانوں کی آوازیں آنے لگ گئی ہیں۔ کہ ہائے اسلام۔ ہائے مسلمان۔ ہر اخبار یہی رونا رونے لگ گیا ہے۔ کہ مسلمان کہاں ہے۔ علیگڑھ کے دانا پیر مرشد کو تو مدت ہوئی۔ اس میت کا جنازہ بھی پڑھنے کی طرف قوم کو متوجہ کیا تھا۔ مگر اب تو چاروں طرف سے ہائے دہائی مچ گئی ہے۔ خواجہ ہمدرد تو بہتیری تشفی دیتے ہیں۔ کہ جو نام زندے کا تھا۔ وہی نام اس مرحوم کی میت کا ہے۔ مگر یہ تسلی کب تک کام دیگی۔ اور اس لاشے کو کہاں تک کوئی سنبھالے گا۔ پس سوچو۔ اور غور کرو۔ اور خدا کے بنو۔ اور اس اسلامی روح کو خدا سے مانگو۔ اگر وہ تمہیں مل جائے۔ تو پھر تم حاکم ہو یا محکوم۔ ہر دو حالتوں میں تمہارے لئے بہشت یہاں موجود ہے۔

مسلمان کریں۔ اس کا جواب آسان ہے۔ کہ وہ

مسلمان بنیں

خدا کے مسلمان بنیں۔ اس کے رسولوں کے مسلمان بنیں۔ اس کے نبیوں کے مسلمان بنیں۔ حکام وقت کے مسلمان بنیں۔ اپنے اہل ملک کے لئے مسلمان بنیں۔ خود مسلمان بنیں۔ اور دوسروں کو مسلمان بنائیں۔ تیر سے نہیں۔ بندوق سے نہیں۔ توپ سے نہیں۔ بلکہ اپنے حسن اخلاق سے۔ اپنے نیک نمونہ سے۔ اپنی دعاؤں سے۔ اگر غیر قوموں نے تمہارے ملکوں کو فتح کیا ہے۔ تو تم ان کے دلوں کو فتح کرو۔ ان کی فتح بھی تمہاری ہی فتح ہو جائیگی۔

جس راہ پر غیر قومیں ترقی کر رہی ہیں۔ وہ تم سے اتنا دور آگے نکل چکی ہیں۔ کہ تم اب ہزار بھاگو۔ اور دوڑو۔ اور دوڑتے دوڑتے مرجاؤ۔ تب بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ ہاں خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک قریب کی راہ بتلائی ہے۔ جس سے وہ قومیں بے خبر ہیں۔ تم اس راہ کو اختیار کرو۔ اپنے رب کو راضی کر لو۔ پھر کوئی نقصان نہیں کوئی کمی نہیں۔ کوئی خسران نہیں۔

ہمارے ایک فاضل دوست ہیں۔ جو دراصل ملک عرب کے باشندے ہیں۔ ایک مدت تک ایران کی سیر بھی کر چکے ہیں۔ اور اب ایک عرصہ سے ہندوستان میں مقیم ہیں۔ ان سے جب کبھی ایران اور عرب کی کمزوریوں کا ذکر آتا۔ تو وہ بڑے وثوق سے فرمایا کرتے کہ ایران میں اتنے کروڑ آدمی ہے۔ اور عرب میں اتنے کروڑ آدمی ہے۔ وہ بڑے طاقتور ہیں۔ ان کا بچہ بچہ سپاہی ہے۔ وہ سارا ملک لشکر ہے۔ اس کی کیا مجال جو اس کی طرف نگاہ کر سکے اور کسی اور قوم کی کیا طاقت ہے۔ جو ان ملکوں کو فتح کر سکے۔ یہ وہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔ لیکن جب ایک عرصہ ہندوستان میں رہ کر قوموں کے موجودہ پولیٹکل حالات سے ان کو آگاہی ہوئی۔ اور طرابلس و ایران میں جو مسلمانوں کا حال ہو رہا ہے۔ وہ انہوں نے پڑھا۔ تو پہلے تو انہیں بہت جوش ہوا۔ کہ قوم کی موت کے بعد جینا بے سود ہے۔ وہ اٹھے اور تیار ہوئے۔ کہ وہ ان ملکوں میں جائیں اور اپنی جان قربان کر دیں۔ لیکن جب انہیں سمجھایا گیا کہ اس سے قوم کو یا انہیں کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ اور نیز راہ کے مشکلات سے ان کو آگاہی دی گئی۔ اور یورپ کی موجودہ طاقت کا نقشہ ان کے آگے کھینچا گیا۔ تو وہ ایک گہرے فکر میں مستغرق ہوئے۔ اور بہت دنوں کی سوچ بچار کے بعد یہ بات ان کے دماغ میں آئی۔ کہ ہم یورپ کا مقابلہ جسمانی نہیں کر سکتے۔ ہمیں چاہیئے کہ ان کی روحوں کو فتح کریں۔ اور انگلینڈ جا کر انگریزی سیکھیں اور پھر وہاں انگریزوں کو اسلام کی تبلیغ کریں۔ جب انگریز اس روحانیت سے مالا مال ہو جائیں گے۔ تو تمام مسلمانوں کی مشکلات خود بخود رفع ہو جائینگی۔ عرب لوگ جوشیلے ہوتے ہیں۔ وہ اس خیال کو پکڑ کر چل ہی پڑنے کو تھے۔ مگر بعض بزرگ دوستوں کے سمجھانے پر کہ وہ اس کام کے لئے موزوں نہیں ہیں۔ رک گئے۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ ان کی نیت بہت نیک تھی۔ اور ان کی فکر نے ایک بہت عمیق اور قابل قدر بات پیدا کی ہے۔

اگر یورپ کو خدا مسلمان ہونے کی توفیق دے دے تو مسلمان کسی ایسی قوم کا نام نہیں۔ جس میں دوسرا شامل نہ ہو سکے۔ یہ ایک وسیع برادری ہے۔ کوئی شخص کسی مذہب و ملت کا ہو۔ کسی ملک و ولایت سے آیا ہو۔ جب وہ مسلمان ہوا۔ وہ ہمارا بھائی ہے۔ ہماری مساجد یسوعی گرجوں کی طرح گوروں اور کالوں کے لئے علیحدہ نہیں۔ ہمارے معبد ہنود مندروں کی طرح ہر ذات کے واسطے جدا بت نہیں رکھتے۔ ہماری عبادت گاہیں ریل گاڑی کے کمروں کی طرح ہائی اور لو چیچ کی تمیز نہیں رکھتیں۔ وہاں شاہ و گدا ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ جیل کی طرح مسجد کی سیٹیں ریزرو نہیں کی جاتیں۔ ہاں خدا دلوں کو جاننے والا ہر شخص کے ساتھ اس کی قلبی حالت کے مطابق نیک سلوک کرتا ہے اور وہ علام الغیوب ہے۔ غرض مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے۔ اس کا یہی جواب ہے کہ انہیں مسلمان بننا چاہیئے اور دوسروں کو مسلمان بنانا چاہیئے۔ حضرت مرحوم فرماتے ہیں ؎

از رہ دیں پروری آں عروج اندر نخست
باز چوں آمد بجا ہم ازیں رہ بالیقین

ہمیں اس خبر کے معلوم ہونے سے بہت خوشی ہوئی کہ ہمارے

معزز احباب لاہور نے اس قسم کے مضامین پر روشنی ڈالنے کے واسطے لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے۔ اس کا نوٹس اسی اخبار میں دوسری جگہ درج ہے۔ امید ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میں بہت کامیابی ہوگی۔ اور سننے والے ایک سیدھی راہ کو پالیں گے۔ اور ڈگمگانے اور لڑکھڑانے سے بچ جاوینگے۔ مناسب ہوگا کہ دوسرے شہروں میں بھی ایسے لیکچر دیئے جائیں۔ اور پیاسوں کو سیراب کیا جاوے۔

چیمبرز انسائیکلوپیڈیا میں مذہب اسلام کے متعلق ایک آرٹیکل ہے جس میں سچائی سے اپنی رائے کا اظہار کیا گیا ہے وہ لبعیۃ انصاف پر مبنی ہے۔ لکھا ہے کہ

"مذہب اسلام کا وہ حصہ جس میں بہت کم تغیر و تبدل ہوا ہے۔ نہائت کامل اور روشن حصہ ہے اس سے ہماری مراد قرآن مجید ہے [ایڈیٹر الحکم۔ مصنف سائیکلوپیڈیا کی یہ صریح غلطی ہے۔ قرآن مجید میں کبھی کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ بلکہ وہ اکیلی ہی دنیا میں محفوظ کتاب ہے۔] جس میں ناانصافی۔ کذب و غرور۔ انتقام غیبت۔ استہزاء۔ طمع۔ اصراف۔ عیاشی۔ بے اعتباری۔ بدگمانی وغیرہ امور کو قابل ملامت بیان کیا گیا ہے۔ اور نیک نیتی۔ فیاضی۔ حیا تحمل۔ صبر۔ بردباری۔ کفائت شعاری۔ راستبازی۔ ادب۔ صلح سچی محبت اور سب سے پہلے خدا پر ایمان لانے۔ اور اُس کی مرضی پر توکل کرنے کو سچی ایمانداری کا رکن اور سچے مسلمان ہونے کی نشانی خیال کی گئی ہے۔" افسوس ہے ہم جیسے مسلمانوں پر کہ چیمبرز انسائیکلوپیڈیا کا عیسائی مصنف تو اسلام کی نسبت اپنی یہ رائے ظاہر کرے۔ اور ہم ہیں۔ کہ اسلام کے دستور العمل کو تقویم پارینہ خیال کئے بیٹھے ہیں ؎

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ جب تک ہم اسلام کے سچے پیرو نہ بنیں گے اور کلام الٰہی کی پاکیزہ تعلیم سے فائدہ اُٹھانے اور اُس پر عمل کرنے کی طرف توجہ نہ کریں گے۔ سچے مسلمان نہیں بن سکتے۔ اور ہمارا دعویٰ اسلام ان باتوں کی عدم موجودگی میں برعکس نہند نام زنگی کافور کے مصداق ہوگا۔

ایک دوسرے مقام پر یہی مصنف لکھتا ہے۔ کہ "اسلام نے یورپ میں علوم و فنون کو ترقی دی۔ نویں صدی سے تیرہویں صدی تک یورپ کو مسلمانوں نے مہذب بنانے میں کوشش کی۔ اور اُس کو جامۂ تہذیب پہنایا۔ قدیم علم ادب اگر مسلمانوں کے محفوظ ہاتھوں میں نہ پہنچتا۔ تو آج مفقود نظر آتا۔ عربی فلسفہ۔ قدرتی چیزوں کی تاریخ۔ جغرافیہ اور علم تاریخ۔ صرف و نحو علم کلام کی کتب کا بیشتر ذخیرہ مسلمانوں کی اعلیٰ قابلیت سے آج نظر آرہا ہے۔ اور ہمیشہ اس کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہیگا"

یورپین نکتہ خیال سے اس رائے کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ کہ وہ آج اُن علوم میں سے جن کی نسبت یورپین مصنف کا خیال ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کی زبردست قابلیت کی وجہ سے اشاعت پذیر ہوئے۔ اور ہمیشہ رہیں گے) کتنے علوم کے جامع ہیں۔ اور ہم اُن کی حفاظت و اشاعت میں کس کوشش سے کام لے رہے ہیں مسلمانوں کی تباہی کا بڑا سبب یہی ہے۔ کہ وہ اپنے کمال کو اپنے ہاتھوں سے کھو چکے ہیں اور دن بدن وہ علوم ہمارے ہاتھوں سے نکلے جا رہے ہیں۔ جو ہمارا مایۂ ناز ہے۔

کاش مسلمان اب بھی توجہ کریں اور اپنی علمی و مذہبی درسگاہوں کو مدد دے کر اور اپنے بچوں کو اُن میں تعلیم کے لئے بھیجکر اپنے علوم کو محفوظ رکھیں۔ (المشیر)

پنجاب میں عیسوی مذہب کی اشاعت کے متعلق جن قوی وسائل اور کوشش سے کام لیا جا رہا ہے۔ اُس کا اندازہ ہمعصر ہمدرد کی حسب ذیل تحریر سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ حسب ذیل ہے۔

سال گذشتہ پنجاب کی بائیبل سوسائٹی کے علاقہ میں بائیبل کی (۱۹۱۳۵۹) جلدیں شائع ہوئیں۔ دس سال قبل یہ تعداد (۷،۲۹۷) تھی۔ گورمکھی زبان میں زبور و امثال کی نظر ثانی کا کام گذشتہ بارہ ماہ میں برابر جاری رہا۔ عہد نامہ جدید کا ترجمہ فارسی و پنجابی میں اختتام کو پہنچا۔ جس کو دیہاتی عیسائی کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ شاخ پنجاب نے ختم شدہ سال میں (۲۱۹۸) بائیبلیں (۳۷۳۰) عہد نامے (۸۹۵۰۳) صحف سماویہ طبع کیں۔ جن کی مجموعی میزان (۱۳۸۳۱) نسخہ ہوتی ہے۔ گذشتہ سال میں یہ تعداد (۷۱۸۱۲) اور ۱۹۰۱ء میں (۵۹۸۰۴) مجموعی طبع شدہ کتابوں کی تھی۔ اس کے علاوہ (۹۸۶۰۵) کاپیاں ہندوستان کی دوسری شاخوں اور لندن کو بھیجی گئی ہیں۔

معزز ہمدردان اسلام کا یہ حال ہے کہ اُس مذہب کی اشاعت و کوشش کا جو تقریباً ڈیڑھ صدی سے ہندوستان میں آیا ہے۔ کہ دُنیا بھر میں اس کی اشاعت کے مؤثر گر متین طریقہ سے کام لیا جا رہا ہے۔ اور ہمدردانِ عیسویت اشاعت مذہب میں جان و مال سے کوشش کر رہے ہیں۔ اور اسلام ہے کہ باوجود عرصہ دراز سے ہندوستان میں موجود ہونے کے ابتک محدود طریقہ پر جاری ہے۔

ہمدردان اسلام کے لئے یہ امر کسقدر تاسف انگیز ہے کہ مسلمان اپنی قوت مذہبی و قومی کو ناگوار اختلافات میں خرچ کرتے ہوئے اسلام کو کمزور و ضعیف بنا رہے ہیں۔ کاش ہم عیسویت سے سبق حاصل کریں اور اشاعت مذہب میں مؤثر و متین طریقہ سے کام لیں۔ کلام اللہ المجید کی اشاعت معقول طریقہ پر کریں۔ اور اُس پر عمل کرتے اور اُس کے احکام کو پھیلانے میں ساعی رہیں۔ اگر اشاعت اسلام کا یہی ڈھنگ رہا اور سرعت کے ساتھ اس کی رفتار بڑھانے میں کوشش نہ کی گئی۔ تو خیال کیا جاتا ہے کہ عنقریب اسلام پر دوسرے مذاہب غالب آجائیں۔ جن کی ہستی نہائت کمزور ہے۔ (المشیر)

ہمعصر وکیل نے اپنی تازہ اشاعت کے ایڈیٹوریل کالموں میں ریاست حیدرآباد کے ایک حیرت انگیز انقلاب کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ بیان کرتا ہے۔ کہ ریاست حیدرآباد ہندوستان کا سیاسی مرکز ہے۔ تو بلدۂ حیدرآباد بھی صحیح معنوں میں ریاست کا مرکز ہے۔ اور یہ وہ امر ہے۔ جس نے اسلام کے نہائت زبردست حریف "عیسائیت" کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے۔

ایک خاص اسلامی ریاست میں مذہب کا لامذہبی کے کاغوں میں برباد ہونا سخت حیرت انگیز ہے۔ اگر غیر ہماری کمزوری اور لامذہبی کی حالت سے فائدہ اُٹھائیں۔ تو اُن کا کچھ قصور نہیں ہے۔ مسیحی مشنری مختلف رنگوں میں بلدۂ حیدرآباد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اب وہ پوری جمعیت کے ساتھ حضور نظام کے صدر مقام حیدرآباد میں ڈیرے ڈالنے والے ہیں۔ آجتک اُنہیں کیا کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اس کا بیان ریورنڈ جی۔ ای براؤن صاحب کی زبان سے حسب ذیل ہے۔

"کرسچین مشنری سوسائیٹی طلباء میں تبلیغ عیسائیت کے کام کو خاص اہمیت دے رہی ہے۔ طلباء بائیبل کی جماعتوں میں شریک ہوتے ہیں۔ اور خوشی سے انجیل مقدس ہاتھوں میں لئے ہوئے مشنریوں سے ملتے ہیں۔ جن لوگوں کو ہم نے عیسائی بنایا ہے۔ اُن کی تعداد اگرچہ پچاس ساٹھ سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن وہ اعلیٰ خاندانوں کے ہیں۔ یسوع کی بادشاہی رفتہ رفتہ بڑھ رہی ہے"

ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی ریاست میں اسلام کس حالت میں ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ مسلمان یا تو عیسائی کی بادشاہی میں آجائیں گے یا دہریت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ آج عیسائی روئے زمین کے تمام اقطاع و جوانب میں (خدانخواستہ) اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے درپے ہیں اور وہ جہاں موقع دیکھتے ہیں۔ فوراً اپنے مطلب برآری کی کوشش کرتے ہیں۔ ریاست حیدرآباد میں آج یہ موقع پیش ہے۔ اور عیسائیت اپنا کام کر رہی ہے۔ مسیحی مشنریوں کے دندان آز تیز ہو رہے ہیں اُن میں ہمت ہے وسعت ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اُنہیں ہر قسم کے وسائل حاصل ہیں۔

کیا محبان قوم اور حامیان ملت بیضا کا یہ فرض نہیں ہے۔ کہ وہ موقع اور مصلحت کو پہچانیں۔ انقلابات زمانہ کو چشم بصیرت سے دیکھیں اور مخالفوں کی کوششوں کو مد نظر رکھیں۔ اور اپنے بھائیوں کو جو بوجہ جہالت یا بوجہ نادانی کے صراط مستقیم سے برگشتہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اسلام کے مرکز پر لائیں۔ افسوس ہے کہ ہندوستان میں سیکڑوں انجمنیں اور مدعی اشاعت اسلام بزرگ موجود ہیں لیکن وہ موقع و مصلحت کو نہیں دیکھتے ضرورت وقت سے ناآشنا ہیں۔ اور مخالفین اسلام کے طریقہ کو مد نظر نہیں رکھتے۔ کاش یہ لوگ مستعدی سے کام لیں۔ اور دلسوزی کے ساتھ اپنے دعوؤں کو عملی جامہ پہنانے میں مصروف ہوں۔

ہمدردان اسلام اب غفلت کا وقت گذر چکا ہے۔ خدا کے لئے بیدار ہو۔ اور مخالفین اسلام کی چالوں کو غور سے دیکھکر اگر اسلام سے تمہیں کچھ محبت ہے۔ تو بچانے کی کوشش کرو۔ ورنہ تمہاری بے پروائی ایک دن تمہیں برباد و تباہ کرکے چھوڑے گی۔ (المشیر)

جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

حروب صلیبی کے تذکروں میں متعصب مورخین نے دروغ بافیوں کی انتہا کر دی۔ بارے انگلستان کی ایک روشن خیال جماعت نے واقعات کے چہرے سے پردہ اُٹھانے کے لئے ایک مضمون "ب..." لکھکر مسلمانوں پر احسان کیا۔ جس کا ترجمہ ملیح جاہ

الناظر

میں شائع ہوتا ہے۔ جو صرف حاضر زمانہ میں اعلیٰ درجہ کے علمی